# اہم اور ضروری امور

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

# اہم اور ضروری امور

(فرمودہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۳۳ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔
برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ

**اپنی صحت کے متعلق**

انسان اپنی کمزوریوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ارادوں کو نہیں جان سکتا۔ اِس سال نومبر کے مہینہ میں دو دفعہ مجھے اِنفلوئنزا کی شکایت ہوئی مگر میں نے اُس وقت چونکہ تمام ملک میں بخار پھیلا ہوا تھا اِس تکلیف کو زیادہ محسوس نہ کیا کیونکہ کہتے ہیں ''مرگِ انبوہ جشنے دارد'' اور یوں بھی اِس دفعہ دیکھا کہ باوجود دو دفعہ تیز بخار آنے کے بخار نے جلدی چھوڑ دیا اور جلد طبیعت صحت کی طرف عَود کر آئی۔ کئی سال سے صحت کی خرابی کی وجہ سے بعض دفعہ تھوڑے، بعض دفعہ زیادہ رمضان کے روزے رہ جاتے تھے اِس دفعہ جب رمضان آیا تو مجھے اپنے اندر طاقت زیادہ محسوس ہوئی اور میں نے کہا کہ جہاں تک اجتہاد انتہائی حد کو پہنچ سکے، اس کے مطابق سارے روزے رکھنے کی کوشش کروں گا اور ایک روزہ بھی نہ چھوڑوں گا۔ مگر انسان خیال کچھ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیّت کچھ اور ہوتی ہے۔ دوسرے روزہ کے خاتمہ پر ابھی روزہ کھولا ہی تھا کہ سخت سردی محسوس ہونے لگی اتنی سخت کہ گزشتہ بیماریوں میں مجھے یاد نہیں کبھی اتنی سخت سردی لگی ہو۔ سردی صبح تک لگتی رہی اور گرم بوتلوں کے رکھنے سے بھی کم نہ ہوئی۔ صبح کو بخار ہو گیا جو ۱۰۳ درجہ سے بھی اُوپر تھا ساتھ ہی اِس قدر شدید دردِ سر ہو گیا کہ پہلے کبھی اِس کا بھی تجربہ نہ ہوا تھا۔ جس طرح اُس دن کی سردی میرے لئے بے مثال تھی، اُس دن دردِ سر بھی میرے نزدیک بے مثال تھا۔ تین چار دن کے بعد حرارت تو جاتی

رہی مگر ضُعف اِس قدر ہو گیا کہ میں کل صبح تک سمجھتا تھا اِس دفعہ میرے لئے جلسہ میں بولنا مشکل ہوگا خصوصاً اس وجہ سے کہ سر کے درد کا کچھ حصہ باقی تھا اور ذرا سی حرکت کرنے حتّٰی کہ بات کرنے کیلئے ذرا سر موڑنے پر بھی گدّی میں ٹیس پڑتی تھی مگر جس طرح میں نے خیال کیا تھا کہ شاید اب کے کوئی روزہ بھی نہ چھوڑنا پڑے کیونکہ مجھے اپنے جسم میں گزشتہ سالوں کے رمضان کی نسبت زیادہ طاقت محسوس ہوتی تھی اور میرا یہ خیال غلط نکلا اسی طرح باوجود اس کے کہ رات کو بہت دیر تک احباب سے ملاقاتوں میں مصروف رہا' آج صبح سے یکدم درد ِسر دُور ہو گیا اور میں نے محسوس کیا کہ اب میں جلسہ میں تقریر کرنے سے محروم نہ رہوں گا۔ گو گلے کی خرابی باقی ہے اور صبح عورتوں میں تقریر کرنے کی وجہ سے اس میں زیادتی ہو گئی ہے لیکن پھر بھی آج صبح سے صحت میں ایسا غیر معمولی طور پر افاقہ ہو گیا ہے کہ پہلے اس کے متعلق مَیں قیاس بھی نہ کر سکتا تھا اور اس طرح مجھے اِس وقت تقریر کرنے کا موقع مل گیا ہے۔

## تحریکِ دعا

پیشتر اس کے کہ میں آج کا مضمون شروع کروں' احباب کی توجہ ایک بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض دوست جو اس دفعہ جلسہ سالانہ پرنہیں آ سکے' ان میں سے بعض نے تاریں بھیجی اور خطوط لکھے ہیں کہ ان کے لئے دعا کی جائے وہ بیماریوں کی وجہ سے یا اور ضروری کاموں کی وجہ سے یہاں آنے سے اس سال رُک گئے۔ مَیں اِس وقت ان کے نام سنا دیتا ہوں تا کہ دورانِ تقریر میں جب دعا کا موقع ملے یا اختتامِ تقریر پر یا نمازوں میں دعا کی جائے تو اِن اصحاب کو بھی یاد رکھیں اور اِن کیلئے دعائیں کی جائیں۔ ایک تار حیدر آباد دکن سے سیٹھ محمد غوث صاحب کی طرف سے آیا ہے، وہ وہاں کی جماعت کے فانشل سیکرٹری ہیں، سلسلہ احمدیہ کے دیرینہ خدام میں سے ہیں، خدمتِ سلسلہ کا خاص جوش رکھتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ احمدیت سے خاص خلوص ہے اور انسانی علم کی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ ہر ابتلاء میں حق وصداقت پر قائم رہنے والے ہیں ان کی بڑی بیٹی بیمار ہیں، سیٹھ صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کی اور سلسلہ کی ہر خدمت کرنے کیلئے حاضر ہوں، جلسہ کے موقع پر میری بیٹی کی صحت کیلئے دعا کی جائے۔

دوسرے عبدالحکیم صاحب نئی دہلی کے ہیں انہوں نے سب دوستوں کو تار کے ذریعہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں بیماری کی وجہ سے میں جلسہ میں حاضر نہیں ہو سکا، میری صحت کیلئے دعا کی جائے۔

تیسرے ایک پرانے مخلصین میں سے میر سعادت علی صاحب حیدر آباد کے ہیں انہوں نے تار دیا ہے کہ ان کی بیوی بیمار ہیں اور ہسپتال میں پڑی ہیں ان کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

چوتھے صاحب سکندر آباد کے سیٹھ ابراہیم صاحب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے (جو کل کے ایک اجلاس کے صدر تھے) ماموں ہیں وہ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ان کی لڑکی بیمار ہے، اس کی صحت کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔ گڑھی کپور کوئی جگہ ہے وہاں کے ایک صاحب محمد ابراہیم صاحب لکھتے ہیں تمام حاضرین ان کے لئے دعا کریں اور تمام دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ایک دوست کے متعلق خط آیا ہے وہ پرانے صحابہ میں سے ہیں اور اپنے علاقہ کیلئے ستون ہیں بہت مخلص ہیں، وہ بمبئی کے سیٹھ اسماعیل آدم صاحب ہیں۔ ان کے بچوں کے اور وہاں کی جماعت کی طرف سے بھی ان کیلئے دعا کرنے کے خطوط آتے رہے ہیں۔ سیٹھ صاحب بہت مخلص اور بہت خدمت کرنے والے انسان ہیں۔ بمبئی میں ولایت جانے والوں اور آنے والوں کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ وہ بیمار ہیں اور قرض کی وجہ سے بھی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کیلئے بھی احباب دعا کریں۔

## خرید و فروخت کے متعلق عام سفارش

مجھ سے اس موقع پر بعض دوستوں نے سفارشات کیلئے کہا ہے میری عادت یہ ہے کہ سوائے کتابوں کے کہ وہ علمی ذخیرہ ہوتی ہیں اور ان سے جماعت کو علمی فائدہ پہنچتا ہے، دوسری سفارشیں حتی المقدور نہیں کرتا۔ حتی المقدور میں نے اس لئے کہا ہے کہ شاید میں نے کسی وقت کسی کی کمزوری یا کسی اور بات کو دیکھ کر سفارش کر دی ہو لیکن جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے، کوئی ایسی سفارش میرے حافظہ میں نہیں ہے اس لئے میں کسی اور چیز کے متعلق سفارش تو نہیں کرتا لیکن یہ کہہ دیتا ہوں کہ ہمارا یہ عام طریق ہے اور ہر مخلص احمدی کا یہ طریق ہونا چاہئے کہ جماعت کے دوستوں سے تعاون کیا جائے اس لئے تمام وہ دوست جو تاجر ہوں دواؤں کے یا سٹیشنری کے یا اور چیزوں کے یا صنعت وحرفت کا کام کرتے ہوں جن بھائیوں کو ان چیزوں کی ضرورت ہو اور جو چیزیں اپنے بھائیوں سے میسر آسکیں وہ ان سے خرید کر ان کی مدد کرنی چاہئے۔ پھر جو چیزیں احمدیوں سے میسر نہ آسکتی ہوں مگر دوسرے مسلمانوں سے مل سکتی ہوں اُن سے حاصل کریں۔ پھر جو چیزیں اُن سے بھی نہ مل سکیں اور غیر مسلموں سے مل سکتی ہوں وہ ایسے غیر مسلموں سے خریدی جائیں جو جماعت کی مخالفت کرنے والے نہ ہوں بلکہ جماعت سے اچھے

تعلقات رکھتے ہوں۔غرض ہمارا عام طریق یہی ہونا چاہئے کہ ہمارا روپیہ اس طرح خرچ ہو کہ اِس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اسلام کو پہنچ سکے اور اس کے لئے یہی طریق ہوسکتا ہے کہ ہم جو ضروریات پر روپیہ خرچ کریں وہ ان لوگوں کے پاس جائے جو خدمت دین کیلئے چندے دیتے ہوں یا کم از کم ایسے ہاتھوں میں نہ جائے جو اسلام کی مخالفت کرنے والے ہوں یا کم از کم ایسے لوگوں کے پاس نہ جائے جو ہماری سیاسی طور پر مخالفت کرنے والے ہوں۔پس میں یہ عام رنگ میں سفارش کر دیتا ہوں' خاص طور پر نہیں کیونکہ اس طرح بہت بڑی ذمہ واری عائد ہو جاتی ہے۔

## کتب کے متعلق سفارش

کتابوں کے متعلق میں خاص طور پر بھی سفارش کر دیا کرتا ہوں اور اب بھی کروں گا۔گو کتابیں بیچنے والوں کی یہ بھی شکایت ہوتی ہے کہ باوجود سفارش کے وہ بِکی نہیں۔میں نہیں سمجھتا جب میری سفارش پر ان کی کتابیں بِکتی نہیں تو پھر وہ مجھے سفارش کرنے کیلئے کیوں کہتے ہیں۔شاید کتابیں نہ بِکنے سے ان کا یہ مطلب ہو کہ جتنی وہ چاہتے ہیں' اتنی نہیں بِکتیں۔اوّل سلسلہ کا ایک بکڈ پو ہے' وہ کتابیں شائع کرتا رہتا ہے اب کے بھی اس نے کتابیں شائع کی ہیں اس کے متعلق میں سفارش کرتا ہوں کہ اس کی شائع کردہ کتابیں خریدی جائیں۔اچھوتوں کے متعلق بکڈ پو نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں اچھے حوالے درج ہیں جو اچھوتوں کیلئے بہت مفید ہیں اور بھی کتابیں شائع کی گئی ہیں' وہ خریدی جائیں۔

پھر کتاب گھر والے فخر الدین صاحب ہیں۔وہ سلسلہ کی کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں اور بعض اوقات میں نے دیکھا ہے کہ اپنی ہمت سے بہت زیادہ بار اُٹھا کر شائع کرتے ہیں اور وہ اِس بات کے مستحق ہیں کہ جماعت ان کی طرف توجہ کرے۔بعض کتابیں انہوں نے بہت اچھی شائع کی ہیں اور وہ اِس قابل ہیں کہ جماعت ان کی اچھی طرح اشاعت کرے۔مثلاً میرے مشورہ کے بعد سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا ترجمہ مختلف زبانوں میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور یہ وہ رسّی ہے جس کے ذریعہ ہم دیگر مذاہب کے لوگوں کو ڈوبنے سے بچا سکتے ہیں۔اِس کتاب کا سیٹھ صاحب نے مختلف زبانوں میں ترجمہ کرایا ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ اور زبانوں میں بھی ترجمہ کرائیں اللہ تعالیٰ ان کے ارادہ میں برکت دے۔ان کی طرف سے ہندی

اور گورمکھی کے ترجمے فخر الدین صاحب نے چھپوائے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمے اپنا اثر پیدا کر رہے ہیں۔ آج ہی سکھوں کی ایک گدّی کے مالک نے گورمکھی ترجمہ کے متعلق لکھا ہے کہ مجھے ایک دوست نے وہ کتاب پڑھنے کو دی تھی جس کا میں مطالعہ کر رہا ہوں۔ پہلے میرے دل میں اسلام کے متعلق بہت شکوک تھے جو اَب دور ہو گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اگر ان کتابوں کو مناسب طور پر ہندوؤں اور سکھوں میں تقسیم کریں تو بہت اچھا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ بعض لوگ جو اپنے مال کی قدر نہیں کرتے، کسی کتاب کے دس بیس نسخے خرید لیں گے اور پھر جو سامنے آ جائے، اُسے دے دیں گے۔ یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس میں اس کتاب سے فائدہ اُٹھانے کی قابلیت بھی ہے یا نہیں اور وہ فائدہ اُٹھانے کی خواہش بھی رکھتا ہے یا نہیں۔ ایسی کتابیں اُن لوگوں کو دینی چاہئیں جو اِن کے مستحق ہوں اور ان سے فائدہ اُٹھائیں۔ اس طرح اگر ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا ہندی اور گورمکھی ترجمہ تقسیم کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں جو تبلیغ ان قوموں کو پہنچنی چاہئے تھی مگر ابھی تک نہیں پہنچی، وہ ایک حد تک پہنچ جائے اور خدا کے فضل سے ٹھوس نتیجہ بھی ان لوگوں کے مسلمان ہونے کی صورت میں نکل آئے۔

کتاب گھر کی ایک کتاب ''حربۂ تکفیر اور علمائے زمانہ'' ہے۔ مجھے اس کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ اگر علماء کے نام اور ان کے افعال سے متأثر ہو کر اس میں سخت کلامی نہیں کی گئی تو وہ بھی خریدنی چاہئے اور دوسروں میں تقسیم کرنی چاہئے۔ یہ ہمارا طریق نہیں کہ سخت کلامی اور درشت بیانی سے کام لیں بلکہ چاہئے کہ جو بات بھی پیش کریں، متانت اور سنجیدگی سے پیش کریں۔ خواہ مخالف گالیاں ہی دیتا ہو اور بدزبانی کرتا ہو، ہم اس کی وجہ سے اپنی زبان کو کیوں گندہ کریں۔ پھر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیرِ قرآن جمع کی ہے۔ میں نے وہ پڑھی نہیں تا معلوم ہو کہ کس قدر عقل اور سمجھ سے کام لے کر یہ کام کیا گیا ہے مگر اس کی اتنی جلدیں جو شائع ہوئی ہیں، تو انہوں نے اس کے لئے محنت کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر قرآن کریم کے حقائق و معارف کے متعلق اشارات ہوتے ہیں اور ان پر غور کرنے والے بہت فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ آپ کی بیان فرمودہ تفسیر میں اتنے معارف ہوتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایک سطر سے کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ ایک کتاب انہوں نے میر محمد اسحٰق صاحب کی ''انسان کامل'' شائع کی ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانِ کامل تھے۔ کچھ اور ٹریکٹ بھی ہیں جیسے ''محسنِ اعظم''۔ ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم''۔

احباب کو چاہئے کہ یہ کتابیں حسبِ توفیق اور حسبِ گنجائش ضرور خرید یں۔

## اخبار ''فاروق'' اور ''نور'' کے متعلق سفارش

پھر ہماری جماعت کے دو اخبار ہیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں مفید کام کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں مگر انہیں شکایت ہے کہ لوگ خریدتے نہیں۔ایک کے متعلق تو میں نے ''الفضل'' میں پڑھا ہے کہ اس کو بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔معلوم نہیں وہ جاری ہے یا نہیں۔اخبار ''نور'' سکھوں میں اچھی خدمت کرتا رہا ہے اور ''فاروق'' غیر مبائعین اور غیر احمدیوں کے متعلق اچھا کام کرتا رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں بعض مضامین جو ''فاروق'' میں چھپے' وہ ''الفضل'' میں نہ چھپ سکتے تھے۔''الفضل'' میں عام طور پر مختصر مضامین ہوتے ہیں سوائے میرے خطبات اور مضامین وغیرہ کے۔میر قاسم علی صاحب کو سلسلہ کے لٹریچر پر اچھا عبور ہے اور انہوں نے سلسلہ کا لٹریچر جمع بھی کیا ہے۔شیخ یعقوب علی صاحب کے بعد مَیں سمجھتا ہوں وہی ہیں جنہیں سلسلہ کے لٹریچر کے حوالے بکثرت یاد ہیں۔اس وجہ سے ان کے مضامین بہت جامع اور مفصّل ہوتے ہیں اور بہت مفید ہوتے ہیں۔مگر ان کے اخبار کی اشاعت بہت کم رہی ہے۔اسی طرح اخبار نور کی اشاعت بھی کم ہے احباب کو ''فاروق'' اور ''نور'' کی اشاعت بڑھانا چاہئے۔میں حیران ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر سال ۴۔۵۔۶۔۷ ہزار آدمی جماعت میں بڑھ جاتا ہے مگر باوجود اس کے ان بیچاروں کی اشاعت ۳۔۴سَو سے اُوپر جاتی ہی نہیں۔میں سمجھتا ہوں' یہ لوگوں کی غفلت اور سُستی کا نتیجہ ہے۔دوست سمجھتے ہیں۔''الفضل'' میں جو ضروری مصالحہ مل جاتا ہے تو کسی اور اخبار کے خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔اس میں شبہ نہیں کہ ''الفضل'' میں بہت کچھ مصالحہ مل جاتا ہے مگر جو کام یہ اخبار کر رہے ہیں' وہ ''الفضل'' نہیں کر رہا اس لئے ان اخبارات کو خریدنے کی بھی احباب کو ضرورت ہے اور ان کی ضرور مدد کرنی چاہئے۔

## رمضان میں سالانہ جلسہ

اِس سال جلسہ سالانہ جیسا کہ دوست دیکھ رہے ہیں' رمضان میں ہوا ہے۔اس سال کی مجلسِ شوریٰ میں نمائندگان کی آراء سن کر مَیں نے فیصلہ کیا تھا کہ ایک سال رمضان میں جلسہ کر کے دیکھ لیا جائے اور پھر مشکلات کا اندازہ لگا کر آئندہ دو سالوں کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا کہ جلسہ رمضان میں ہو یا دوسرے ایام میں۔احباب جلسہ کے اِن دنوں کو اچھی طرح یاد رکھیں تا مجلس مشاورت میں صحیح

مشورہ دے سکیں کہ جلسہ انہی ایام میں ہو یا ان ایام کو بدل دیا جائے۔ جہاں تک لیکچراروں کا تعلق ہے رمضان میں اتنے لمبے لیکچر نہیں دیئے جا سکتے جتنے رمضان کے علاوہ کسی اور موقع پر دیئے جا سکتے ہیں۔ آج تو یہ اتفاقی بات ہے کہ بیمار ہونے کی وجہ سے میں نے روزہ نہیں رکھا۔ لیکن اگر مجھے روزہ ہوتا۔ (اور مومن کی یہی خواہش ہونی چاہئے کہ وہ سارے روزے رکھ سکے) تو بہت جلد گلا پڑ جاتا۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں رمضان میں سالانہ جلسہ ہوا لیکن آپ کے ان ایام اور آج کے ایام میں بہت بڑا فرق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ ہوا' اس میں اتنے آدمی شریک ہوئے جتنے آج سٹیج پر بیٹھے ہیں اور اتنے آدمیوں کو انسان کرسی پر بیٹھ کر بھی لیکچر سنا سکتا ہے مگر اتنے عظیم الشان ہجوم کے سامنے بولنا جتنا کہ آج ہے' میرے لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں گلے سے پھیپھڑے نکال نکال کر پھینک رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب اس قدر ترقی حاصل ہو چکی ہے کہ دشمن تو حیران ہے ہی' ہم خود بھی حیران ہیں۔ پس رمضان میں جلسہ کرنے کی وجہ سے ایک مشکل یہ ہے کہ پندرہ بیس ہزار کے اجتماع کو روزہ رکھ کر کس طرح سنایا جائے۔ پھر دوستوں نے دورانِ لیکچر میں چائے کی پیالی پر پیالی سامنے رکھ رکھ کر کچھ ایسی عادت ڈال دی ہے کہ لیکچر دیتے ہوئے گلا چاہتا ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گرم پانی اس میں سے گزر جائے۔ آج کے لیکچروں کے متعلق بھی شکایت پہنچی ہے کہ ایک لیکچرار کا گلا پڑ گیا تھا حالانکہ اس کا لیکچر صرف ایک گھنٹہ تھا اور مجھے تو چار' پانچ گھنٹے اور عورتوں میں جو تقریر کی جاتی ہے' اسے ملا کر چھ' سات گھنٹے بولنا ہوتا ہے۔ پس یہ ایک اہم سوال ہے جس پر غور کرنا چاہئے۔ مجلس شوریٰ میں کثرتِ رائے اس طرف تھی کہ جلسہ رمضان میں ہی ہو۔ میں نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ اُس وقت میرے سامنے سب سے بڑی دلیل یہی تھی کہ مَیں تقریر نہیں کر سکوں گا۔ رمضان میں روزہ رکھ کر خطبہ جمعہ کرنے سے بھی میرا گلا پڑ جاتا ہے۔ پس یہ قابلِ غور امر ہے جلسہ کے موقع پر رات کو تقریریں ہوں، مصر میں ایسا ہی کرتے ہیں رمضان میں رات کو جاگ کر کام کاج کرتے اور دن کو سوئے رہتے ہیں۔ یا تو اس طرح کام کیا جائے یا پھر زیادہ سے زیادہ گھنٹہ بھر کی تقریر ہو' اس سے زیادہ نہ ہو۔ یہ اہم بات ہے دوست اسے مدنظر رکھیں۔ کچھ اور بھی تکالیف ہیں مثلاً رمضان کی وجہ سے کام کرنے والوں کا کام بہت بڑھ گیا ہے۔ انہیں دن میں چار چار بار کھانا کھلانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔

**قادیان آ کر روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں** اسی سلسلہ میں ایک اور سوال پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزہ کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ ''مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا'' ادھر ''الفضل'' میں میرا یہ اعلان شائع کیا گیا ہے کہ ''احمدی احباب جو سالانہ جلسہ پر آئیں' وہ یہاں آ کر روزے رکھ سکتے ہیں۔ مگر جو نہ رکھیں اور بعد میں رکھیں' ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں'' اس کے متعلق اوّل تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا کوئی فتویٰ الفضل میں شائع نہیں ہوا۔ ہاں ایک فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میری روایت سے چھپا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زمانۂ خلافت کے پہلے ایام میں سفر میں روزہ رکھنے سے مَیں منع کیا کرتا تھا کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا کہ آپ مسافر کو روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مرزا ایوب بیگ صاحب رمضان میں آئے اور انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا لیکن عصر کے وقت جب کہ وہ آئے' حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کہہ کر روزہ کُھلوا دیا کہ سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ اس پر اتنی لمبی بحث اور گفتگو ہوئی کہ حضرت خلیفہ اوّل نے سمجھا کہ شاید کسی کو ٹھوکر لگ جائے اس لئے آپ ابن عربی کا ایک حوالہ دوسرے دن تلاش کر کے لائے کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔

اس واقعہ کا مجھ پر یہ اثر تھا کہ میں سفر میں روزہ رکھنے سے روکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک رمضان میں مولوی عبداللہ سنوری صاحب یہاں رمضان گزارنے کیلئے آئے تو انہوں نے کہا میں نے سنا ہے آپ باہر سے یہاں آنے والوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ مگر میری روایت ہے کہ یہاں ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں ٹھہرنا ہے اس دوران میں مَیں روزے رکھوں یا نہ رکھوں؟ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہاں آپ روزے رکھ سکتے ہیں کیونکہ قادیان احمدیوں کیلئے وطنِ ثانی ہے۔ گو مولوی عبداللہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے مقرب تھے مگر میں نے صرف ان کی روایت کو قبول نہ کیا اور اَور لوگوں کی اس بارے میں شہادت لی تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان کی رہائش کے ایام میں روزہ رکھنے کی اجازت دیتے تھے۔ البتہ آنے اور جانے کے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے اس وجہ سے مجھے پہلا خیال بدلنا پڑا۔ پھر جب اس دفعہ رمضان میں سالانہ جلسہ آنے والا تھا اور سوال

اُٹھا کہ آنے والوں کو روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں تو ایک صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب جلسہ رمضان میں آیا تو ہم نے خود مہمانوں کو سحری کھلائی تھی ان حالات میں جب میں نے یہاں جلسہ پر آنے والوں کو روزہ رکھنے کی اجازت دی تو یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فتویٰ ہے۔ پہلے علماء تو سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز قرار دیتے رہے ہیں اور آج کل کے سفر کو تو غیر احمدی مولوی سفر ہی نہیں قرار دیتے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ پھر آپ نے ہی یہ بھی فرمایا کہ یہاں قادیان میں آکر روزہ رکھنا جائز ہے۔ اب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم آپ کا ایک فتویٰ تو لے لیں اور دوسرا چھوڑ دیں۔ اس طرح تو وہی بات بن جاتی ہے جو کسی پٹھان کے متعلق مشہور ہے۔ پٹھان فقہ کے بہت پابند ہوتے ہیں۔ ایک پٹھان طالب علم تھا جس نے فقہ میں پڑھا تھا کہ نماز حرکتِ کبیرہ سے ٹوٹ جاتی ہے۔ جب اُس نے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق پڑھا کہ آپ نے ایک دفعہ حرکت کی تو کہنے لگا اوہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نماز ٹوٹ گیا۔ کیونکہ قدوری میں لکھا ہے کہ حرکتِ کبیرہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ غرض جس نے یہ فتویٰ دیا کہ سفر میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے' اُسی نے یہ بھی فرمایا کہ قادیان احمدیوں کا وطنِ ثانی ہے' یہاں روزہ رکھنا جائز ہے۔ اس لئے یہاں روزہ رکھنا آپ ہی کے فتویٰ کے مطابق ہوا گو اس کی اور بھی وجوہات ہیں مگر انہیں بیان کرنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتویٰ بیان کر دیا ہے۔

ایک اور بات مَیں اس بارے میں بتا دیتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دفعہ جب کہ رمضان کے آخری دن چاند نہ دیکھا جا سکا' اِس پر آپ کو یہ الہام ہوا۔ ''عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو''[۱]۔ اس پر بعض نے روزہ توڑ دیا کہ جب آج عید ہے تو روزہ رکھ کر کیوں شیطان بنیں۔ لیکن بعض نے کہا جب خدا تعالیٰ نے الہام میں کہہ دیا ہے کہ ''عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو'' اور ادھر شریعت کا حکم یہ ہے کہ چاند دیکھ کر عید کرو' تو کیوں نہ روزہ رکھا جائے۔ دوسرے کہتے جب خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ عید ہے تو عید کے ہونے میں کیا شک رہ گیا اور کیوں روزہ رکھا جائے۔ دونوں فریق نے یہ معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا اور ایک دوسرے کے متعلق بتایا۔ آپ نے فرمایا۔ جب خدا تعالیٰ نے کہا کہ آج عید ہے تو جنہوں نے آج روزہ توڑ دیا میں انہیں کیا کہوں اور دوسرے جنہوں نے روزہ نہیں توڑا چونکہ

خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ عید ہے چاہے کرو' چاہے نہ کرو۔ تو انہیں میں کیا کہوں۔ جب کہ خدا تعالیٰ نے عید کرنا ان کی مرضی پر چھوڑا۔ فقہاء نے یہی بحث کی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہئے اور چاند دیکھ کر عید کرنی چاہئے کیونکہ وہ ظاہری طور پر ہی مسئلہ بیان کر سکتے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ عید تو ہے اور ظاہری شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے کہہ دیا چاہے کرو یا نہ کرو یعنی جو یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کے ظاہری پہلو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے' اس کے لئے اجازت ہے کہ مسئلہ کی ظاہری صورت پر عمل کرے اور عید نہ کرے۔ لیکن جو یہ سمجھتا ہے کہ الہام کے ذریعہ جو خبر دی گئی ہے' اس کا لحاظ رکھنا چاہئے وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ یہی بات یہاں روزہ رکھنے کے متعلق ہے۔ جس کے دل میں اس بات کا غلبہ ہے کہ یہ سفر ہے' وہ روزہ نہ رکھے ورنہ اس پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا اور جس کے دل میں اس بات کا غلبہ ہے کہ یہ مبارک دن ہیں اور یہ مبارک مقام ہے' یہاں کیوں نہ رمضان کی برکات سے فائدہ اُٹھاؤں جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اجازت دی ہے تو وہ روزہ رکھے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ دل کو زنگ نہ لگ جائے۔ پس جو دوست یہاں ٹھہرنے کے ایام میں روزے رکھیں گے' ان کے روزے ادا ہو جائیں گے۔ یہ نہیں کہ یہاں جو روزے رکھیں گے وہ نفلی روزے ہوں گے' یہ روزے فرضی ہونگے اور اِن دنوں کے روزے بعد میں دوبارہ نہیں رکھنے پڑیں گے۔

## تبلیغِ احمدیت کے کام پر تبصرہ

اب میں اس سال کے تبلیغِ احمدیت کے کام کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ احباب جانتے ہیں کہ اِس وقت تک یوم التبلیغ دو دفعہ منایا جا چکا ہے۔ یعنی گذشتہ دو سال میں دو دن ایسے مقرر کئے گئے جن میں لوگوں کو سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ کی گئی یوم النبی ﷺ کی تقریب تو کئی سال سے منائی جا رہی ہے۔ ۱۹۲۸ء میں پہلی دفعہ یوم النبیؐ منایا گیا تھا جس کو اب ۶ سال ہو چکے ہیں۔ ان جلسوں کے متعلق سالِ حال کا تجربہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار اور امید افزا ہے۔ خصوصاً پنجاب کے باہر کے علاقوں میں یوم النبی ﷺ کے جلسے خاص اثر رکھتے ہیں۔ خاص کر بنگال میں یہ تحریک اس طرح گھر کر رہی ہے کہ ممکن ہے یہ ہندو مسلمانوں کی مشترکہ تحریک بن جائے۔ بڑے بڑے معزز تعلیم یافتہ اور بااثر ہندو نہ صرف پرائیویٹ گفتگو میں بلکہ پبلک تقریروں میں بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہندوستان کے متحد ہونے اور ہندو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر تحریک اور نہیں ہوسکتی۔ ایک مشہور ہندو لیڈر مسٹر بپن چندر پال صاحب نے

ایک دفعہ کہا۔ ہندو مسلمانوں کو اس شخص کا ممنون ہونا چاہئے جس نے یہ تحریک جاری کی ہے۔ اگر یہ تحریک آج سے بیس سال پہلے جاری کی جاتی تو ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی یہ حالت نہ ہوتی جو اَب ہے۔ اور اگر اس تحریک کو جاری رکھا گیا تو امید ہے کہ اہلِ ہند کے باہمی تعلقات میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اور بھی کئی ایک بڑے بڑے لوگ اس تحریک کے مفید اثرات سے متأثر ہو چکے ہیں اور بہت ممکن ہے کہ یہ تحریک عام ہو جائے۔

اسی طرح یوم التبلیغ کی تحریک نے بھی بہت مفید اثر پیدا کیا ہے۔ سوائے چند ایک مقامات کے عام طور پر نہ صرف اس کی مخالفت نہیں ہوئی' بلکہ لوگوں نے احمدیوں سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا اور خواہش کی کہ انہیں سلسلہ احمدیہ کے متعلق باتیں سنائی جائیں۔ بعض مقامات پر احمدیوں کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی' عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا گیا اور شوق اور دلچسپی سے باتیں سنی گئیں۔ ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں اور خاص کر ہندوؤں میں رسول کریم ﷺ کی عظمت قائم کرنا اور انہیں آپ کی بے مثال خوبیوں کا معترف بنانا اور مسلمانوں میں احمدیت کی تبلیغ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ بعض لوگ یونہی ڈرتے ہیں کہ شاید ان کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہو اور انہیں کامیابی حاصل نہ ہو۔ ورنہ حق و صداقت کو قبول کرنے کے لئے لوگوں کے قلوب تیار کئے جا رہے ہیں اور وہ بڑے شوق سے متوجہ ہو رہے ہیں۔ اس میں شُبہ نہیں کہ جہاں عام لوگوں کے قلوب صداقت کے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں وہاں ان لوگوں کو جو لیڈر کہلاتے ہیں' یہ بات بہت بُری لگ رہی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر عام لوگوں میں ہمیں کامیابی حاصل ہوگئی تو تمام سیاسی تحریکات ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گی اور اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر ہندو مسلمانوں میں ہمارے ذریعہ اتحاد پیدا ہو جائے تو وہ لیڈر جن کی لیڈری کی بُنیاد ہندو مسلمانوں کے تفرقہ پر قائم ہے' ان کے پاس کچھ نہ رہے گا اور وہ اپنی لیڈری کو برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ اس وجہ سے لیڈر کہلانے والوں میں ہماری مخالفت بڑھ رہی ہے جس کا ایک نمونہ کشمیر کمیٹی ہے۔ اور دوسرا سرحد' ضلع ہزارہ میں ہماری مخالفت کا زور شور ہے۔ مگر اس سے جماعت کو گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ اپنی جدوجہد میں اور زیادہ اضافہ کر دینا چاہیئے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ بھی اُسی وقت مدد کرتا ہے جب بندہ حقیقی طور پر اس کی مدد کا محتاج ہوتا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے خدمت دین کے لئے پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے اور ہر قسم کی مخالفت اور ہر قسم کی مشکلات کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے کرنی چاہیئے۔ اور خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اس حالت میں

وہ ہماری مدد کرے گا اور ضرور کرے گا۔ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہماری کامیابی کے سامان پیدا کر دیئے ہیں ان سامانوں سے فائدہ اُٹھانا ہمارا کام ہے۔ دیکھو اگر کوئی میزبان مہمان کے لئے عمدہ بستر بچھا دے اور اس پر لحاف رکھ دے، تو یہ سمجھا جائے گا کہ اُس نے میزبانی کا سامان مہیا کر دیا۔ یہ نہیں امید کی جائے گی کہ میزبان مہمان کو چارپائی پر لِٹا کر اُس پر لحاف بھی ڈال جائے یا اگر حسبِ استطاعت عمدہ کھانا پکوا کر اعزاز کے ساتھ مہمان کے آگے رکھ دیا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ میزبان کو مہمان کے منہ میں لُقمے بھی خود ڈالنے چاہئیں۔ یہ مہمان پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ خود لُقمے اپنے منہ میں ڈالے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے ہماری کامیابی کے سامان مہیا کر دیئے ہیں اب اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں اور کہیں اللہ میاں! آیئے اور آپ ہی سب کچھ کر کے ہمیں کامیاب بنا دیجئے، تو اِس طرح کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہ تو وہی بات ہو گی جو کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص نہایت ضروری کام کے لئے کہیں جا رہا تھا۔ راستہ کے ایک طرف پڑے ہوئے ایک آدمی نے اُسے آواز دی کہ ذرا اِدھر آنا بڑا ضروری کام ہے۔ جب وہ پاس گیا تو بلانے والے نے کہا: میری چھاتی پر بیر پڑا ہے، اِسے اُٹھا کر میرے منہ میں ڈال دو۔ یہ سن کر اُس شخص کو غصہ آیا کہ اس بات کے لئے اِس نے مجھے ضروری سفر پر جاتے ہوئے کیوں بلایا اور اُسے بُرا بھلا کہنے لگا۔ تو ایک دوسرے نے جو پاس ہی پڑا تھا اُسے کہا اِس پر ناراض کیا ہوتے ہو یہ ایسا ہی سُست ہے کہ کچھ بھی نہیں کرتا حتّٰی کہ ساری رات کُتّا میرا منہ چاٹتا رہا مگر یہ ہش تک نہ کر سکا۔

اگر ہم بھی اللہ تعالیٰ سے اسی طرح کام کرانا چاہیں تو وہ یہ کام نہیں کرے گا۔ اُس نے ہمیں کامیابی حاصل کرنے کے سامان دے دیئے ہیں۔ ہاتھ پاؤں، کان، ناک، آنکھیں اور دوسرے اعضاء اُس نے عطا کئے، مختلف قسم کی طاقتیں دیں، ہمارے لئے دلائل اور براہین مہیا کئے، نشانات اُتارے، مختلف قسم کی ایجادیں ہمارے لئے کرائیں، ہماری ہمتوں اور طاقتوں سے بڑھ کر ہمیں اموال دیئے اب بھی اگر ہم سُستی کریں اور یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ آ کر ہمارے ہاتھ پاؤں ہلانے کے بغیر ہی ہمیں کامیاب کر دے گا تو یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسی وقت آتا ہے جب اسباب کام نہیں دے سکتے اس کے لئے ضروری ہے کہ دشمن اُٹھے اور ہمارے کاغذ پھاڑ دے، ہماری قلمیں توڑ دے، ہماری سیاہی گرا دے تا آسمان سے ہمارے لئے کاغذ اُترے، آسمان سے ہمارے لئے قلم و دوات اُترے اور آسمان سے ہمارے لئے سیاہی نازل ہو۔ پس اگر دوست چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نصرت کے تازہ نشانات انہیں دیکھنے میں آئیں، خدا تعالیٰ کی تازہ وحی

ان پر یا ان کے بھائیوں پر نازل ہوا اور خدا تعالیٰ کا تازہ عذاب ان کے دشمنوں کے لئے آئے تو انہیں اس بات کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے کہ دنیا ان کی مخالفت کرے اور شدید مخالفت کرے اتنی شدید مخالفت کہ جو ہمارے سامانوں کے مقابلہ میں بہت بڑھ جائے۔ اُس وقت ہماری مدد اور تائید کے لئے خدا تعالیٰ اُترے گا' اُس کی نصرت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور خدا تعالیٰ کی نصرت کا دیکھنا ایسی چیز ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی بڑی سے بڑی قربانی بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ دیکھو اِن دنوں اِدھر ہماری مخالفت زور سے شروع ہوئی اُدھر خدا تعالیٰ نے کابل میں عظیم الشان نشان ظاہر کر دیا۔ میں نے اس کے متعلق ایک مضمون بھی لکھا ہے مگر یہ اتنا بڑا نشان ہے کہ اس کے کئی پہلو ابھی باقی ہیں۔ ہمارے ایک دوست نادر علی شاہ صاحب ہیں۔ ایک دفعہ وہ میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور آ کر کہنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام کہ ''آہ! نادر شاہ کہاں گیا[۲]'' کیا میرے متعلق تو نہیں۔ میں نے کہا۔ آپ کا نام تو نادر علی شاہ ہے اور الہام میں نادر شاہ کا ذکر ہے کہنے لگے۔ شاید میرا نام مخفف کر دیا گیا ہو۔ تو اس الہام کے متعلق اُدھر ذہن جا ہی نہیں سکتا تھا جس طرح کہ یہ پورا ہوا ہے۔

ایسے عظیم الشان نشان ہمیشہ مخالفتوں اور شدید مخالفتوں کے وقت خدا تعالیٰ ظاہر کیا کرتا ہے۔ پہلے امان اللہ خان کے متعلق نشان ظاہر کیا اُس وقت بھی سلسلہ کے خلاف بہت شورش پھیلی ہوئی تھی۔ پس جب بھی مخالفت ہو گی' خدا تعالیٰ نشان ظاہر کرے گا اور ضروری نہیں کہ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بیان کردہ نشانات ہی پورے ہوں' خود آپ لوگوں کو الہام ہونے شروع ہو جائیں گے اور آپ لوگوں کے ذریعہ نشانات دکھائے جائیں گے۔ پس دوستوں کو تبلیغِ احمدیت پر اور بھی زیادہ زور دینا چاہیئے۔ میں نے دیکھا ہے گزشتہ چند سالوں سے جماعت میں تبلیغ کے متعلق کچھ بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے نتائج تو ابھی نہیں نکلے مگر پہلے جب دوستوں سے تبلیغ کے متعلق پوچھا جاتا تو کہتے لوگ بالکل سوئے پڑے ہیں مذہب کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے مگر اب کہتے ہیں لوگ تو احمدیت قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں' صرف ٹھوکر ہی کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ رپورٹوں سے پتہ لگتا ہے کہ پچاس ساٹھ ہزار کے قریب آدمی قبولِ احمدیت کے لئے تیار ہو چکا ہے اور بعض نے تو لکھا ہے کہ ہمارے علاقہ میں ہزار ہا آدمی تیار بیٹھے ہیں۔ سالِ حال میں تبلیغ کے عملی نتائج بھی اچھے نکلے ہیں۔ کئی امریکہ میں نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ سات آٹھ نئی جماعتیں بنی ہیں۔ اسی طرح جاوا میں بہت کامیابی حاصل

ہو رہی ہے۔ برکتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ مولوی رحمت علی صاحب طالب علمی کے زمانہ میں اور اب بھی اتنے سادہ ہیں کہ لوگ عام طور پر ان کی باتوں پر ہنس پڑتے ہیں۔ پیچھے جب وہ یہاں آئے اور ایک موقع پر انہوں نے تقریر کی تو پہلے تو میں نے ضبط کیا، لیکن پھر مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ وہ کسی شخص کا ذکر کرتے ہوئے عالم کی بجائے ''علماء'' کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ یعنی اس علماء نے یہ کہا۔ جب دس بارہ بار انہوں نے اسی طرح کہا تو میں نے پوچھا، مولوی صاحب آپ یہ کیا کہتے ہیں کہنے لگے پرانی عادت کی وجہ سے یہ لفظ منہ سے نکل جاتا ہے۔ غرض وہ بہت سادہ ہیں مگر وہ جہاں جہاں بھی گئے، وہاں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا اور لوگ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ان کا مقابلہ اُن کے علماء نہیں کر سکتے۔ کچھ عرصہ ہوا۔ یہاں ڈچ کانسل (DUTCH COUNCIL) مجھے ملنے کے لئے آیا۔ اُس نے بھی مجھ سے یہ ذکر کیا کہ مولوی رحمت علی بہت بڑا عالم ہے وہاں کا ایک پادری یہاں آیا اُس نے بھی یہی کہا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ مولوی رحمت علی صاحب اپنے آپ کو ہیچ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے ہیں اور پھر اُس کی راہ میں کام کرتے ہیں۔ اِس پر خدا تعالیٰ اپنی خاص برکتیں نازل کرتا اور ہر موقع پر ان کو کامیابی عطا کرتا ہے۔ انہوں نے پہلے سماٹرا میں ایک بہت بڑی جماعت قائم کی اب وہ جاوا بھیجے گئے۔ یہ تعلیم یافتہ علاقہ ہے مولوی صاحب اگرچہ اس علاقہ کی زبان سے ناواقف تھے مگر باوجود اس کے گزشتہ تین ماہ کے اندر انہوں نے تین زبردست مباحثے کئے ہیں ان کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دو جگہ بڑی زبردست جماعتیں قائم ہو گئی ہیں۔ یہاں ہندوستان میں ایک شہر میں ایک مبلّغ دو دو سال تک تبلیغ کرتا رہتا ہے تو ایک دو احمدی ہوتے ہیں مگر وہاں بوگر اور بٹاویہ دو مقامات میں تھوڑے عرصہ میں بڑی بڑی جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ جن کی تعداد دو دو اڑھائی اڑھائی سَو افراد کے قریب ہے۔ اور وہ لوگ تعلیم یافتہ ہیں مگر مولوی رحمت علی صاحب جب آئیں گے تو پھر بھی ویسے ہی سادہ ہونگے جیسے پہلے تھے۔ ان کے مباحثات کا ذکر جب غیر احمدی اخبارات میں چھپتا ہے، تو بہت تعریف کی جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: مولوی رحمت علی صاحب مباحثہ میں اس طرح بولتے ہیں جس طرح آسمان سے گرج کی آواز آتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں ہمارے بیس بیس اور تیس تیس مولوی تھرّاتے اور کانپتے ہیں۔ وہ اخبارات مولوی رحمت علی صاحب کا اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ گویا وہ جماعت احمدیہ کے تمام علماء کا نچوڑ ہیں۔ یہ اُس اخلاص اور بے نفسی کا نتیجہ ہے جس سے مولوی صاحب کام کرتے ہیں مجھے یہ پڑھ کر

حیرت ہوئی کہ ایک غیر احمدی اخبار نے لکھا۔ ایک مباحثہ میں بیس سے زیادہ مولوی مقابلہ پر تھے مگر وہ مولوی صاحب سے کانپتے تھے اور ڈرتے تھے۔ جاوا اور سماٹرا کے علاوہ اور جزائر میں بھی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ امریکہ میں تبلیغ کا جو کام ہو رہا ہے اس کی تفصیل میں بیان نہیں کرتا۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب خود دیکھ آئے ہیں اور انہوں نے اس کے متعلق تقریر بھی کی ہے۔ وہ اس کام سے بہت ہی متأثر ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی مطیع الرحمان صاحب کو اسلامی لٹریچر اور اسلامی مسائل کے متعلق یہ درجہ حاصل ہے کہ اسلامی لٹریچر کے بڑے بڑے ماہران کے سامنے کوئی بات پیش کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ صوفی صاحب اسے غلط نہ قرار دے دیں۔

انگلستان میں اس سال مبلّغین کی تبدیلی ہوئی ہے اس وجہ سے مولوی عبدالرحیم صاحب درد کام کو سنبھال رہے ہیں۔ میں نے انہیں اب کے ہدایت کی تھی کہ علمی طبقہ میں کام کریں اس کیلئے وہ کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ پادریوں کے ایک کلب میں انہوں نے تقریر کی جس کا اچھا اثر ہوا۔ امید ہے کہ وہاں بھی علمی طبقہ پر احمدی مبلّغین کا سکّہ بیٹھ جائے گا۔ مولوی اللہ دتا صاحب شام اور مصر میں اچھا کام کر رہے ہیں وہاں احمدیت کی شدید مخالفت ہو رہی ہے بعض احمدیوں کو پیٹا بھی گیا ہے، حکومت بھی خلاف ہے، حیفا میں ایک بہت بڑی جماعت قائم ہے جس کے بہت سے افراد مولوی جلال الدین صاحب شمس کے وقت کے ہیں مگر مولوی اللہ دتا صاحب کام کو خُوب پھیلا رہے ہیں۔ افریقہ کے مبلّغ حکیم فضل الرحمٰن صاحب بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں، وہاں بیس ہزار کی جماعت قائم ہو چکی ہے، احمدیوں کے چھ سکول ہیں، وہاں کے احمدیوں میں سے ہی کئی ایک بطور مبلّغ کام کرتے ہیں۔

پس افریقہ کی جماعتیں اور ان کے مبلّغ، مصر اور شام کی جماعتیں اور ان کے مبلّغ، انگلستان کی جماعتیں اور ان کے مبلّغ، امریکہ کی جماعتیں اور ان کے مبلّغ، جاوا اور سماٹرا کی جماعتیں اور ان کے مبلّغ، اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے لئے دعائیں کی جائیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کے اور زیادہ عظیم الشان نتائج پیدا کرے۔ انہیں اپنی رضا حاصل کرنے کے مواقع عطا کرے۔ ان کے شاملِ حال اپنی تائید و نصرت کرے اور انہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

پنجاب میں بھی جماعت ترقی کر رہی ہے اور سرحد کی جماعت بیدار ہو رہی ہے۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری بہت حد تک ملازمت سے فارغ ہو چکے ہیں کُلّی طور پر شاید ابھی تک

فارغ نہیں ہوئے۔ ان کا علمی مذاق ہے اب انہیں تبلیغ کا کام کرنے کا زیادہ موقع ملے گا۔ اِس وقت تک صوبہ سرحد کے احمدی اشاعتِ احمدیت میں پنجاب کے احمدیوں کے قدم بقدم چلتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ اب بھی وہ پیچھے نہ رہیں گے بلکہ ترقی کرنے کی کوشش کریں گے۔ سرحد کے متعلق عام رپورٹوں سے پتہ لگتا ہے کہ باوجود اس کے کہ سرحدی لوگوں کی طبائع سخت ہوتی ہیں، وہ احمدیت کی طرف زیادہ متوجہ ہو رہے ہیں۔ بلکہ پنجاب کے بعض علاقوں سے بھی زیادہ متوجہ ہو رہے ہیں سوائے ہزارہ کے علاقہ کے وہاں سرحد کی نسبت زیادہ امن قائم ہے مگر خدا تعالیٰ رحم کرے وہاں کے احمدیوں پر کہ وہ تبلیغ کرنے سے ڈرتے رہتے ہیں۔

بنگال میں بھی خاصی ترقی ہو رہی ہے۔ وہاں ایک ایسی سکیم کے ماتحت کام ہو رہا ہے کہ وہ سکیم کامیاب ہوگئی تو کم از کم پچاس ہزار آدمی چند مہینے میں سلسلہ میں داخل ہو جائے گا۔ وہاں جو لوگ احمدی ہو رہے ہیں، ان میں بڑے بڑے معزز اصحاب بھی ہیں۔ ایک صاحب نے جو پہلے ایم۔ ایل۔ سی تھے، بیعت کی ہے، اب کے وہ ایک خاص وجہ سے امیدوار کھڑے نہ ہوئے، آئندہ کھڑے ہوں گے۔ پھر بیعت کرنے والوں میں ڈاکٹر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی ہیں۔ البتہ جنوبی ہند میں سُستی پائی جاتی ہے۔ حیدرآباد میں پرانی جماعت ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی جماعت ہے مگر بحیثیت تبلیغ بہت پیچھے ہے۔ البتہ بحیثیت فرد دوسری جماعتوں کو چیلنج دے سکتی ہے۔ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب اس جماعت میں ایک ایسے فرد ہیں کہ جنہیں دیکھ کر مجھے دوہری خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ایک خوشی تو ان کی تبلیغی خدمات کو دیکھ کر حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اس لئے کہ ان کے بیعت کرنے سے پہلے شیخ یعقوب علی صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ سکندرآباد میں ایک مخیّر سیٹھ ہیں جو احمدیت کی طرف مائل ہیں دعا کریں کہ وہ احمدیت میں داخل ہو جائیں۔ اُس وقت میں نے دعا کی اور رؤیا دیکھا کہ ایک تخت بچھا ہے جس پر سیٹھ صاحب بیٹھے ہیں۔ رؤیا میں مَیں نے اُن کی جو شکل دیکھی تھی، بعینہٖ وہی شکل تھی جو میں نے اُس وقت دیکھی جب وہ مجھے ملے۔ اس وقت آسمان سے کھڑکی کُھلی اور میں نے دیکھا فرشتے سیٹھ صاحب پر نور پھینک رہے ہیں۔ ان کے بیعت کرنے پر مجھے خوشی ہوئی کہ میرا خواب پورا ہوگیا۔ وہ اتنا وقت اور اتنا روپیہ تبلیغِ احمدیت کے لئے صرف کرتے ہیں کہ کوئی اور فرد نہیں کرتا۔ تبلیغِ احمدیت کے متعلق ان کا جوش ایسا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرانے صحابہ مولوی برہان الدین صاحب وغیرہ میں تھا۔ اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا جوش اس طرح ہے جیسے سیٹھ عبدالرحمٰن

صاحب میں تھا۔ اگر اس فرد کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو جماعت کے لحاظ سے حیدر آباد دکن کی جماعت بہت سُست ہے اور بہت پیچھے ہے۔ حیدر آباد کی جماعت پرانی جماعتوں میں سے ہے مگر اِس کا قدم آگے کی بجائے پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔ وہاں بھی مداہنت کا وہی رنگ نظر آتا ہے جو ہزارہ کے علاقہ میں ہے کہ جب کوئی احمدی ہو تو اُس کے سامنے چندہ کا نام نہ لیا جائے، نماز کے لئے نہ کہا جائے، وہ خود بخود ترقی کر جائے گا لیکن ایسے تحفہ کو لے کر ہم نے کیا کرنا ہے جسے دین سے کوئی تعلق نہ ہو اور جو دین کے لئے کوئی قربانی نہ کر سکے۔

حیدر آباد دکن کے بعض نوجوان ہیں جن میں جوش پایا جاتا ہے۔ جیسے سیٹھ محمد غوث صاحب کے لڑکے محمد اعظم صاحب اور چند اور نوجوان۔ اس طرح ممکن ہے خدا تعالیٰ اس علاقہ میں بھی ترقی کے سامان کر دے ورنہ جنوبی ہند پر افسوس ہی آتا ہے۔

## بعض مخلص احمدی نوجوانوں کا ذکر

اِس موقع پر میں ایک اور خاص بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پنجاب میں ایک نئی روح پیدا ہو رہی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے مُردنی سی چھائی تھی لیکن دو سال سے بیداری پائی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھے مخلص نوجوان پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام آج میں لے دیتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر، کہ آپ بھی مخلصین کے نام لے کر ذکر کر دیا کرتے تھے۔ پھر اس لئے بھی کہ جن کے نام لئے جائیں، اُن میں غیرت پیدا ہو جائے کہ اِس عزت کو قائم رکھنا چاہیئے۔ کئی مخلص نوجوان ہیں جن میں سے بعض کے لئے اُن کی سرگرمیوں کے متعلق حد بندی کی ضرورت ہے اور بعض کیلئے قوتِ عملیہ کو بڑھانے کی ضرورت۔ ان میں سے ایک تو سرحد کے محمد اللہ بخش صاحب ضیاء ہیں ان میں دین کے متعلق جوش ہے اور کام کرنے کی خواہش ہے۔ وہ گزشتہ زندگی میں بھی قومی کام کرتے رہے ہیں۔ احمدی قیود میں اگر خدا تعالیٰ نے انہیں کام کرنے کی توفیق دی تو امید ہے کہ اچھا کام کر سکیں گے۔ ایک اور نوجوان چودھری فقیر محمد خاں صاحب ہیں یہ نسبتاً پرانے احمدی ہیں اور نوجوانوں کے لئے اچھا نمونہ ہیں۔

ایک چودھری اعظم علی صاحب ہیں۔ یہ نئے جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ انہوں نے اخلاص کا نہایت اچھا نمونہ دکھلایا ہے۔ وہ شیعوں میں سے آئے ہیں لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے اخلاص کا قابلِ تعریف نمونہ پیش کیا ہے۔ اور میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ اور نئے آنے

والے کیوں نہ اِن کی طرح دین میں ترقی کر سکیں۔ بیعت کرنے کے چھ ماہ بعد جب میں نے ان کی شکل دیکھی تو میں انہیں پہچان نہ سکا کیونکہ ان کی شکل سے ایسا اخلاص اور ایسی دینداری ظاہر ہوتی تھی گویا کہ وہ پرانے احمدی ہیں۔ اسی طرح چودھری محمد شریف صاحب وکیل، مرزا عبدالحق صاحب وکیل، میاں عطاء اللہ صاحب وکیل، چودھری عبداللہ خان صاحب برادر چودھری ظفر اللہ خان صاحب، قاضی پروفیسر محمد اسلم صاحب، ڈاکٹر محمد منیر صاحب، عبدالرحمٰن صاحب خادم بشرطیکہ نفس پر قابو رکھیں، چودھری خلیل الرحمٰن صاحب بنگال اور اسی طرح اور کئی نوجوان ہیں جن کے اندر سلسلہ کی خدمت اور روحانی ترقی کا جوش ہے۔ بعض نسلی احمدی ہیں، بعض نئے احمدی ہیں اور ان نوجوانوں کی حالت دوسرے نوجوانوں کے لئے نیک نمونہ بن سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان لوگوں نے صحیح طریق پر ترقی جاری رکھی تو رؤیا اور کشوف سے بھی حصہ پا سکیں گے۔ تمام احمدیوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ان کی اولاد میں روحانیت پائی جائے اور ہمارے نوجوان روحانیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں کہ اصل چیز یہی ہے۔ ورنہ علمی بحثوں نے مولویوں کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور نہ یہ بحثیں ہمیں کوئی فائدہ دے سکتی ہیں۔

نئے مبلّغ جو پیدا ہو رہے ہیں، ان میں بھی اچھے نوجوان نکل رہے ہیں۔ مولوی محمد سلیم صاحب ایک اچھے مبلّغ ہیں، مولوی مبارک احمد صاحب کی قابلیت اس سے پہلے معلوم نہ تھی، اب ظاہر ہو رہی ہے۔ ہماری جماعت میں ایک صاحب تھے جو اَب فوت ہو چکے ہیں وہ مبلّغین کے متعلق نکتہ چینی کیا کرتے تھے حتّٰی کہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم کے متعلق بھی نکتہ چینی کر دیتے تھے۔ اب کے وہ مجھے ملنے کے لئے پالم پور گئے تو کہنے لگے میں نے اپنی جماعت میں مبارک احمد ایک مبلّغ دیکھا ہے جو بہت قابل ہے۔ میں نے کہا شکر ہے آپ کو ایک قابل مبلّغ تو مل گیا۔ ایک اور مبلّغ شیخ عبدالقادر صاحب ہیں وہ ہندوؤں میں سے آئے ہیں اور اب مسلمانوں کے مولوی ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ان کی تحریر کا رنگ اچھا ہے۔

غرض نئے مبلّغ نکل رہے ہیں اور اچھے اچھے نکل رہے ہیں۔ امید ہے کہ جماعت کو مبلّغوں کے نہ ملنے کی جو شکائتیں رہتی ہیں، وہ کسی حد تک دور ہو جائیں گی۔ گو ان کا کُلّیۃً دور ہونا مشکل ہے کیونکہ ابھی مبلّغ اس قدر نہیں ہیں کہ ہر جماعت کی شکایت دور کی جا سکے۔

باقی روپیہ کا سوال ہے۔ مالی لحاظ سے دنیا پر ایسی تباہی آئی ہوئی ہے کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ زمیندار اِس قدر کُچلے اور مَسلے جا چکے ہیں کہ اِن کی حالت نہایت ہی قابلِ رحم ہو گئی

ہے۔ اِس وقت یہاں پنجاب کونسل کے دو ممبر بیٹھے ہیں مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے انہوں نے کونسل میں زمینداروں کے متعلق وہ کوشش نہیں کی جو انہیں کرنی چاہئے تھی۔ زمینداروں کی تباہی کا سوال ایسا سوال ہے کہ اس کے متعلق حکومت سے خوب لڑنا جھگڑنا چاہیئے اور اس پر ملک کی اصل حقیقت اچھی طرح واضح کر دینی چاہیئے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ حکومت پر اگر اصل حقیقت واضح ہو تو وہ پورا زور اس کی اصلاح کے لئے نہ لگائے گی۔ انگریز قوم علاوہ دیانت دار ہونے کے کاروباری بھی ہے اور وقت کی ضرورت کو خوب پہچانتی ہے۔ پس اگر حکومت پر بار بار زور ڈالا جائے اور زمینداروں کی حالت کو ان پر واضح کیا جائے تو ضرور اثر ہوگا۔ پس کم سے کم ہمارے احمدی ممبرانِ کونسل و اسمبلی وغیرہ کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اُس وقت تک دم نہیں لینا چاہیئے جب تک غریب زمینداروں کی حالت کی درستی کا انتظام نہ ہو جائے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مالیہ میں سے چند روپے گھٹا دینے سے کچھ نہیں بن سکتا جب تک اجناس کی قیمتیں نہ بڑھائی جائیں اور فروختِ اشیاء کے لئے نئی منڈیاں نہ نکالی جائیں اُس وقت تک زمینداروں کی حالت کبھی درست نہ ہوگی۔ یہ سوال نہایت اہم ہے اور ہماری جماعت کے ممبرانِ کونسل کو اس بارے میں دوسروں سے مشورہ کر کے یہ کام شروع کر دینا چاہیئے اور حکومت پر زور دینا چاہیئے کہ وہ زمینداروں کے متعلق جلد توجہ کرے۔ ورنہ اگر یہی حالت رہی جو اَب ہے تو کوئی عجب نہیں کہ دو تین سال کے بعد بالشویک خیالات پھیل کر زمینداروں کا ایک طبقہ بغاوت کا رنگ اختیار کر لے جیسا کہ اُس ایڈریس سے بُو آتی ہے جو ریٹائرڈ فوجی افسروں نے حال ہی میں ہمارے صوبہ کے گورنر صاحب بہادر کو غالباً شیخوپورہ ضلع میں دیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اجناس کی ارزانی کی وجہ سے زمینداروں کی حالت ایسی گر گئی ہے کہ بہت سے ان میں سے مالیہ کی ادائیگی کے لئے زیوروں اور برتنوں اور دیگر اشیاء کے فروخت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں اور اب وہ بالکل تہی دست ہو رہے ہیں۔ اگر اجناس کی قیمت فوراً نہ بڑھی اور معقول حد تک نہ بڑھی تو ڈر ہے کہ جو لوگ اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ سکتے' انکی طرف سے شورش نہ پیدا ہو جائے اور اگر ایسا ہوا تو یہ ملک اور حکومت دونوں کے لئے سخت نقصان دہ ہوگا اور ملک کی ترقی بہت پیچھے جا پڑے گی۔ جہاں تک میرا خیال ہے اگر ہندوستان کے زمینداروں کی حالت ایسی گری ہوئی نہ ہو تو بالشویک پروپیگنڈا یہاں جڑ نہیں پکڑ سکتا۔ پس ممبرانِ کونسل کو چاہیئے کہ رات دن ایک کر کے حکومت کو اس خطرہ سے آگاہ کریں اور اسے زمینداروں کی حالت کی طرف متواتر توجہ دلائیں۔ حکومت کی یہی خیرخواہی

ہے، یہ خیر خواہی نہیں کہ اسے غافل رکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ زمینداروں کی حالت اچھی ہے اور وہ مطمئن ہیں۔ یہ خان بہادری اور دوسرے خطابات حاصل کرنے والوں کا طریق عمل ہے۔ ملک اور حکومت کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ حکومت کو بتایا جائے کہ زمینداروں کی حالت نہایت ہی نازک ہو چکی ہے اور ملک میں تباہی پھیلتی جا رہی ہے۔ اگر اس کا انسداد نہ کیا گیا تو چند سال کے بعد زمیندار ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائیں گے۔

ان حالات کی وجہ سے ہماری جماعت کو بھی مالی مشکلات درپیش ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان مشکلات میں میرے نزدیک کچھ بے برکتی کو بھی دخل ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو جتنا کام دین کے لئے کرنا چاہیئے اُتنا وہ نہیں کرتے۔ ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے جو شخص خدا تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا وہ کسی اور ٹھوکر میں جا پڑتا ہے اور اِس وجہ سے اُس کے مال میں کمی ہو جاتی ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو اِس وجہ سے بھی مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس سال میں نے جو بجٹ تیار کرایا وہ موجودہ آمدنی کے لحاظ سے ہی تیار کرایا گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ایک لاکھ روپیہ جو جماعت کو دین کے لئے دینا چاہیئے وہ نہیں دیتی۔ اس سال کے ابتدائی مہینوں میں جماعت نے کسی قدر ہمت کی تھی اور نتیجہ یہ ہوا تھا کہ قرض میں ترقی نہ ہوئی تھی مگر اب دو تین ماہ سے پھر سُستی ہوئی ہے اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یکدم پچیس ہزار کا بوجھ اور بڑھ گیا ہے۔ اگر جماعتیں اپنے بجٹ کے مطابق رقم پوری کر دیں تو مجھے یقین ہے کہ بغیر چندہ خاص کے سلسلہ کی مالی حالت اچھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے بعض جماعتوں کو شکایت ہو کہ ان کا بجٹ حساب سے زیادہ مقرر ہو گیا ہے لیکن اُن کے لئے راستہ کُھلا ہے اگر کوئی جماعت ایسا خیال کرتی ہے تو اُس کا فرض ہے کہ وجوہات پیش کر کے بجٹ کی اصلاح کرالے لیکن جماعتیں نہ تو اصلاح کرائیں اور نہ بجٹ کو پورا کریں تو یاد رکھیں خدا تعالیٰ کی راہ میں تکبر نہیں چلتا۔ اس راہ میں وہی کامیاب ہوتا ہے جو اپنے آپ کو سوئی کے ناکہ سے گذارتا ہے۔ وہ جو تکبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں۔ وہی فائدہ حاصل کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انعامات کا وارث بنتا ہے جو اُس کی راہ میں تذلّل اختیار کرتا ہے اور تذلّل کے ذریعہ اُس کی رضا چاہتا ہے۔ پس اگر کسی جماعت کے بجٹ میں غلطی ہو تو اس کی اصلاح کرالے۔ مگر جب اصلاح ہو جائے یا اصلاح نہ کرائی جائے اور مقررہ بجٹ تسلیم کر لیا جائے تو پھر بجٹ کے مطابق چندہ دے۔ پیچھے مَیں نے اعلان کرایا تھا کہ جو جماعتیں دسمبر تک کا چندہ پورا ادا نہ کریں گی اُن کے متعلق سخت قدم اُٹھایا جائے گا مگر اب میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ

چندہ پورا کرنے کا وقت مالی سال کا آخر مقرر کیا جاتا ہے کیونکہ دسمبر تک زمینداروں کی ساری فصلیں تیار نہیں ہوتیں۔ پس میں اعلان کرتا ہوں کہ ۳۰۔اپریل کے بعد میں ایسی لسٹ تیار کراؤں گا جس سے یہ معلوم ہو کہ کِس کِس جماعت نے اپنا سالانہ بجٹ پورا کیا اور کِس کِس نے نہیں کیا۔ اس کے بعد جو مناسب کارروائی ہوگی کی جائے گی۔ آج کی رپورٹ یہ ہے کہ اِس وقت تک ۸۷ ہزار کے بِل قابلِ ادائیگی ہیں' بعض بِل ابھی آئے نہیں اور کارکنوں کی چار ماہ کی تنخواہیں باقی ہیں۔ بے شک آپ لوگوں کو بھی مالی مشکلات ہیں لیکن جو ملازم ہیں' اُن کو ماہواری تنخواہ تو مل جاتی ہے مگر یہاں کام کرنے والوں کو چار چار ماہ تک تنخواہیں نہیں ملتیں۔ اِس وجہ سے مخلصین کے ایمان میں تو کوئی فرق نہیں آتا مگر جو کمزور ایمان والے ہیں' ان کے ایمان میں فرق آ جاتا ہے اور وہ اس قسم کی تمسخر آمیز باتیں کرنے لگ جاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ چونکہ ایک گندی مچھلی تالاب کو گندہ کر دیتی ہے' اس لئے میں ایک آدھ ایسے شخص کا ذکر کر کے کیوں مخلصین کے ایمان پر پانی پھیروں۔ مگر اتنا سن لو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ کَادَالْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْراً [۳۲] یعنی کبھی فَقر بھی کُفر بن جاتا ہے۔ اب میں نے مالی مشکلات سے تنگ آ کر فیصلہ کر دیا ہے کہ مبلّغین دورے نہ کریں اور خط و کتابت میں بھی کمی کر دی جائے اور قرض لے کر کارکنوں کو دو دو ماہ کی تنخواہیں دی گئی ہیں۔ یہ حالت کب تک برداشت کی جاسکتی ہے اور کب تک اس طرح کام چل سکتا ہے۔ جماعتوں کو اس ذمہ داری کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور جن کے ذمے بقائے ہوں' انہیں سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے ادا کر دینے چاہئیں بے شک آج کل کی مالی پریشانی بہت بڑی پریشانی ہے مگر یاد رکھو خدا تعالیٰ کے فضل سے سب تکالیف دور ہوسکتی ہیں۔ کیا جس خدا نے ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۲۴ء تک غلّہ کا بھاؤ نہایت گراں رکھا وہ اب اسی طرح نہیں کرسکتا۔ وہ اب بھی کرسکتا ہے مگر اس کے لئے اتنی قربانی کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل کے مستحق قرار دے دے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بظاہر حالات یہ محال معلوم ہوتا ہے کہ ۳۳ کروڑ انسانوں کی خرابی کو چند لاکھ انسانوں کی قربانی کی خاطر دور کر دیا جائے۔ مگر یاد رکھو کہ مخلص جب قربانی کی آخری حد کو پہنچ جائے تو خدا تعالیٰ ایک کے لئے بھی ۳۳ کروڑ کو بخش سکتا ہے اور ایک مخلص کی خاطر بھی ۳۳ کروڑ کو تباہ کرسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ گو یہ محض ایک قصہ ہے مگر اس میں عبرت ضرور ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت طوفان آیا اور ساری دنیا اس میں غرق ہوگئی تو خدا تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا ابھی

پانی اور اونچا کروتا کہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑیا کا جو بچہ بیٹھا ہے وہ پانی پی سکے۔ اس کہانی میں یہ عبرت ہے کہ ایک بے گناہ کے لئے کروڑوں گناہ گاروں کو تباہ کیا جا سکتا ہے اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ ایک بے گناہ کو بچانے کے لئے کروڑوں گناہگاروں کو بھی بخشا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے بھی کہ مندرجہ ذیل باتوں سے مصائب اور مشکلات دور ہوسکتی ہیں۔ اول صبر سے۔ مومن کو تکالیف اور مصائب میں گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ صبر سے کام لینا چاہیئے۔ گھبرانے سے کبھی کوئی مصیبت ٹلی ہے کہ اب ٹل سکے خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو مصائب میں مبتلا کر کے دیکھتا ہے کہ میرا بندہ ابتلاء پر ناراض تو نہیں ہوتا اور اس وقت بھی میری رضا کو مقدم رکھتا ہے یا نہیں۔ مثنوی رومی میں آتا ہے کہ حضرت لقمان کو کسی کی غلامی اختیار کرنا پڑی۔ ان کا مالک ان پر بہت مہربان تھا اور ان کی بڑی تواضع کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے پاس بے موسم کا خربوزہ آیا اُس نے اُس کی ایک قاش تراش کر حضرت لقمان کو دی اور انہوں نے خوب مزے سے کھائی۔ اُس نے سمجھا انہیں بہت اچھی لگی ہے اِس پر اُس نے اور دی وہ بھی انہوں نے مزے لے لے کر کھائی یہ دیکھ کر ایک قاش اُس نے خود کھانی چاہی لیکن منہ میں ڈالتے ہی اُسے معلوم ہوا کہ وہ بہت بے مزہ ہے۔ اِس پر اُس نے حضرت لقمان سے کہا یہ آپ نے کیا کیا ایسے بدمزہ خربوزہ کو کیوں مزے لے لے کر کھاتے رہے؟ انہوں نے جواب دیا اِس ہاتھ سے میں نے اتنی میٹھی چیزیں کھائی ہیں کہ یہ بڑی بے حیائی ہوتی اگر اس کڑوی قاش پر منہ بناتا۔ تو خدا تعالیٰ بھی بندہ سے حضرت لقمان والا صبر دیکھنا چاہتا ہے کہ اتنی نعمتیں جو میں نے اسے دی ہیں مصائب نازل کر کے دیکھوں کہ اس کی کیا حالت ہوتی ہے پھر مصائب و مشکلات سے نجات دلانے والی دوسری چیز قربانی ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل سنایا کرتے تھے کہ طالب علمی کے زمانہ میں مجھے لباس کے متعلق بہت تکلیف رہتی۔ ایک دفعہ کسی نے دو نہایت عمدہ صدریاں بنوا کر بھیجیں جو مجھے بہت اچھی لگیں۔ ان میں سے ایک پہن کر میں باہر نکلا اور میں نے کہا کہ میں بھی کیا بانکا ہوں۔ سیر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ دوسری صدری چوری ہوگئی ہے۔ اس پر میں نے جو صدری پہنی ہوئی تھی وہ بھی صدقہ میں دے دی اور میرے پاس کوئی عمدہ کپڑا پہننے کے لئے نہ رہا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ایک امیر آدمی کا جو بیمار تھا علاج کرنے کا موقع پیدا کر دیا اور اس میں کامیابی عطا کی اس طرح مجھے اتنی دولت مل گئی کہ مجھ پر حج فرض ہوگیا۔

تیسری چیز استقلال ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایک کام کچھ عرصہ کرتے ہیں اور

پھر چھوڑ دیتے ہیں حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا۔ سب سے اچھی نیکی کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو ہمیشہ جاری رہے [۴۲]۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کمزور ہوں وہ اپنے لئے دو پیسے یا ایک پیسہ ہی چندہ مقرر کر لیں اور پھر ہمیشہ ادا کرتے رہیں۔

چوتھی چیز رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ جب رضائے الٰہی آ جاتی ہے تو سارا دِلدّر دُور ہو جاتا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن سے مصائب اور مشکلات دُور ہوتے ہیں گھبرانے سے نہیں دُور ہوتے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ ان چیزوں کے حصول کی کوشش کرے۔

## تبلیغِ احمدیت کیلئے کن ذرائع سے کام لینا چاہیے

میں نے کہا تھا کہ تبلیغ کے سامان خدا تعالیٰ نے بہم پہنچا دیئے ہیں اب ان سے کام لینا ہمارا فرض ہے اور نتائج پیدا ہونے کے لئے ہماری جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ کیا ذرائع تبلیغ کے ہیں۔

تبلیغ خدا کی سنت کے ماتحت دو رنگ رکھتی ہے۔ ایک عام رَو' کہ لوگوں کے دلوں میں احساس پیدا ہو کہ احمدیت اچھی چیز ہے اور دوسری خاص رَو' کہ کچھ آدمی مدنظر رکھ لئے جائیں کہ وہ احمدی ہونے چاہئیں۔ ان دونوں رَوؤں کا پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ عام اثر پیدا کرنے کے لئے تین چیزیں کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ (۱) جلسے (۲) اشتہارات (۳) کتب اور اخبارات کی تقسیم۔ ان چیزوں سے عام رَو پیدا کی جا سکتی ہے۔ جلسوں سے اَن پڑھ اور کم تعلیم یافتہ لوگ بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اس لئے عام جلسے تبلیغ کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ کتابیں اور اخبارات تو لکھے پڑھے لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں اَن پڑھ ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا ایسے لوگ جلسوں میں تقریریں سن کر فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسرا فائدہ جلسوں کا یہ ہوتا ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں پر ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ یوں غیر ضروری زیادہ تعلیم سے بہت لوگوں کی عقلوں پر پردہ پڑ جاتا ہے اسی لحاظ سے اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرِ کہا گیا ہے۔ وہ لوگ جن کو یہ وہم ہو کہ انہیں بڑا علم حاصل ہے' وہ دوسروں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچانے کی بجائے اپنی علمیت پر ہی گھمنڈ کرتے رہتے ہیں لیکن اگر ایسے لوگ بھی جلسہ میں چلے جائیں تو دوسروں کے اثر سے متأثر ہو کر آہستہ آہستہ اثر قبول کر لیتے ہیں' خواہ پہلے پہلے تمسخر ہی کیوں نہ کریں۔

تیسرا فائدہ جلسوں کا یہ ہوتا ہے کہ جماعت کو مل کر کام کرنے کی عادت اور اہلیت پیدا ہوتی ہے۔ جلسہ کیلئے جلسہ گاہ تیار کرنا، ضروری سامان بہم پہنچانا، اشتہارات تقسیم کرنا وغیرہ ایسے کام ہیں جو مل کر اور متحدہ طور پر کرنے پڑتے ہیں اور اس طرح کام کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ مخالفت کے برداشت کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی جگہ جلسہ کیا جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں اچھا اب یہ اس طرح علَی الاِعلان تبلیغ کرنے لگے ہیں۔ اس طرح وہ مخالفت کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور احمدیوں کو ان کی مخالفت برداشت کرنی پڑتی ہے۔

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ بعض اوقات جلسوں میں صبر کا مظاہرہ کرنے کا بھی موقع مل جاتا ہے۔ لوگ گالیاں دیتے ہیں، پتھر مارتے ہیں اور لاٹھیوں وغیرہ سے حملہ کرتے ہیں جیسا کہ سیالکوٹ اور امرتسر میں ہوا۔ اس کے مقابلہ میں جب احمدی صبر سے کام لیتے اور استقلال دکھاتے ہیں تو لوگوں کے قلوب اس سے متأثر ہوتے ہیں اور وہ احمدیت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ پھر جلسوں کے علاوہ تبلیغی اشتہارات شائع کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ سب لوگ جلسوں میں نہیں آ سکتے لیکن اشتہارات ان تک پہنچائے جا سکتے ہیں اور وہ انہیں گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔ خصوصاً پڑھے لکھے لوگوں کو اشتہارات سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ فرداً فرداً غور کرنے سے فائدہ اُٹھاتی ہیں ایسے لوگوں کو جب اشتہارات پہنچائے جاتے ہیں اور وہ ان پر غور کرتے ہیں تو متأثر ہو جاتے ہیں اور دشمن کے اُن تک پہنچنے سے پہلے پہلے اُن کے دل میں نیکی قائم ہو جاتی ہے۔ پھر مخالف خواہ انہیں دھوکا دینے کے لئے کچھ کہیں، اِس کا اُن پر اثر نہیں ہوتا۔ پھر بیمار اور بوڑھے لوگ جو جلسہ میں نہیں آ سکتے، اشتہارات کے ذریعہ اُن تک بھی بات پہنچ جاتی ہے اور بیماروں پر حق وصداقت کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک طبیب نے پوچھا میں کیا خدمتِ دین کروں؟ تو آپ نے فرمایا آپ بیماروں کو تبلیغ کیا کریں یہ بہت اچھا موقع ہوتا ہے کیونکہ بیمار کا دل نرم ہوتا ہے۔

پھر اشتہاروں کے ذریعہ تبلیغ بڑھتی اور پھیلتی جاتی ہے۔ ایک دفعہ میں نے کہا تھا کہ اشتہارت اس لاپرواہی کے ساتھ تقسیم کئے گئے کہ ایک تبلیغی اشتہار میں پڑیا بندھ کر میرے پاس آئی۔ یہ بات معیوب ہے مگر بعض دفعہ اس غلطی سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ پڑیا کے کاغذ کے ذریعہ ہی احمدی ہوا۔ پڑیا کے کاغذ کو دیکھ کر اُس نے پڑھنا شروع

کر دیا اور اس سے اثر قبول کر کے احمدیت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر کتب اور اخبارات بہت مفید کام دیتے ہیں کیونکہ یہ تفصیلی مضامین پیش کرتے ہیں۔ اس ذریعہ سے تبلیغ کرنے کے لئے جماعتوں کو چاہیئے کہ ہر جگہ لائبریریاں قائم کریں، ان میں سلسلہ کی کتب اور اخبارات مہیا کریں۔ بعض جگہ افراد نے کتب کا ذخیرہ جمع کیا ہے جیسے لاہور دہلی وغیرہ میں، جماعتوں نے لائبریریاں قائم نہیں کیں سوائے شاید جماعت شملہ کے جنہوں نے کسی قدر کتب جماعت کی طرف سے جمع کی ہیں۔ اسی طرح بعض اور جگہ بھی ہیں مگر اکثر مقامات پر نہیں۔

پس ایسی لائبریریاں قائم کی جائیں جن سے لوگوں کو پڑھنے کے لئے کتابیں دی جائیں۔ اس طرح لوگوں کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

ان طریقوں میں سے بعض میں نقائص بھی ہیں' ان کو مدنظر رکھنا چاہیئے ۔ کبر ایک ایسی چیز ہے کہ خواہ اس کا کتنا ہی سر کُچلو وہ پھر سر اُٹھا لیتا ہے۔ میں اپنی جماعت کو دیکھتا ہوں' دنیا کے مقابلہ میں نہایت کمزور ہے' ہر طرف سے دشمن اِس پر حملے کرتے ہیں اور دُکھ دیتے ہیں' جانی اور مالی نقصان پہنچاتے ہیں مگر پھر بھی کسی نہ کسی موقع پر احمدیوں میں بھی کبر آ ہی جاتا ہے۔ میری حفاظت کے لئے جو لوگ ساتھ ہوتے ہیں (اور الٰہی احکام کے مطابق بعض دفعہ ایسے سامانوں کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔) میں نے دیکھا ہے ان میں سے بعض کی چال ڈھال ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی اِن کے سامنے آ جائے تو گویا اُس کا سر پھوڑ کر رکھ دیں۔ وہ اِس رنگ میں چل رہے ہوتے ہیں اور میں اِس سوچ میں پڑا ہوتا ہوں کہ یہ بات احمدیوں میں سے کب نکلے گی۔

غرض عام جلسے جہاں تبلیغ کے لئے مفید ہوتے ہیں' وہاں ان کی وجہ سے کبر پیدا ہو جاتا ہے اس طرح دوسروں پر رُعب ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جلسہ کی وجہ سے چونکہ اردگرد کے احمدی بھی جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی کچھ طاقت سمجھنے لگتے ہیں اس لئے بعض لوگ اَکڑ کر چلنے لگ جاتے ہیں لیکن ایسے افعال اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اسی سلسلہ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ میں نے احمدیوں کو اپنے ہاتھ میں لاٹھی رکھنے کے لئے جو کہا ہے تو اس لئے نہیں کہا کہ لاٹھی چلائی جائے۔ کئی لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں اگر لاٹھی چلانی نہیں تو پھر رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے ہاتھ میں لاٹھی رکھنے کے لئے اس لئے کہا ہے کہ آپ لوگوں کا صبر حقیقی صبر ہو۔ اگر تمہارے ہاتھ میں لاٹھی موجود ہے اور کوئی شخص تم پر حملہ کرتا ہے اور تم مار کھا لیتے ہو مگر خود ہاتھ نہیں اُٹھاتے تو یہ حقیقی صبر ہے لیکن اگر تم خالی ہاتھ ہو اور کوئی تمہیں پیٹتا ہے اور تم اس کا مقابلہ نہیں

کرتے تو یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ تم نے صبر سے کام لیا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ تم مقابلہ کر ہی نہیں سکتے تھے۔ پس میں نے لاٹھی رکھنے کا حکم مارنے کے لئے نہیں بلکہ مار کھانے کے لئے دیا ہے۔ اگر ہمارے پاس پستول ہو اور دشمن ہم پر حملہ کرے، مگر ہم پستول نہ چلائیں تو دشمن بھی محسوس کرے گا اور دوسرے لوگ بھی اُسے کہیں گے کہ کچھ تو شرم کر۔ وہ تمہارا سر اُڑا سکتا تھا مگر اُس نے صبر سے کام لیا لیکن اگر کچھ پاس نہ ہو تو نفس بھی شبہ کرے گا کہ شاید بزدلی کے سبب سے میں نے مقابلہ نہیں کیا اور دیکھنے والے بھی یہی کہیں گے کہ بیچارے بے کس کو مارا۔ اگر یہ بھی کچھ کر سکتا تو دیکھتے کہ اس کو کس طرح پیٹا جاتا۔

اشتہاروں کے متعلق یہ نقص پیدا ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ بات مجھے بہت ہی ناپسند ہے۔ پھر اشتہارات شائع کرنے کا بھی ایک مرض ہوتا ہے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ لکھوں اور اپنی طرف سے شائع کروں۔ اِس قسم کے اشتہارات کا فائدہ تو کچھ نہیں ہوتا لیکن اس طرح بہت سا روپیہ ضائع ہو جاتا ہے۔ چاہیئے یہ کہ جو اشتہارات مرکز سے شائع کئے جائیں انہیں تقسیم کیا جائے اور ان کی اشاعت بڑھائی جائے۔ خود اشتہارات شائع کرنے میں بعض اوقات خود پسندی بھی آ جاتی ہے کہ میرا نام بھی نکلے اور یہ ایسا سخت مرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے متعلق ایک قصہ بیان فرمایا کرتے تھے جو یہ ہے کہ ایک عورت تھی اُس نے انگوٹھی بنوائی مگر کسی عورت نے اُس کی تعریف نہ کی۔ ایک دن اُس نے اپنے گھر کو آگ لگا دی اور جب لوگ اکٹھے ہوئے تو کہنے لگی صرف یہ انگوٹھی بچی ہے اور کچھ نہیں بچا۔ کسی نے پوچھا یہ کب بنوائی ہے؟ کہنے لگی اگر یہ کوئی پہلے پوچھ لیتا تو میرا گھر ہی کیوں جلتا۔ غرض شُہرت پسندی ایسا مرض ہے کہ جس کو لگ جائے' اُسے گھن کی طرح کھا جاتا ہے اور ایسے انسان کو پتہ ہی نہیں لگتا۔ اِس سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ مرکز سے جو اشتہارات آئیں انہیں شائع کیا جائے۔ ہاں اگر کسی کے ذہن میں کوئی اچھی اور مفید بات آئے تو لکھ کر مرکز میں بھیج دے' یہاں سے وہ شائع ہو جائے گی۔

ان امور کے علاوہ تبلیغ میں تین باتیں مدنظر رکھنی چاہئیں۔

**اوّل:** یہ کہ تبلیغ ہر طبقہ کے لوگوں میں ہو۔ بہت دوست اس بارے میں سُستی سے کام لے رہے ہیں۔ بڑے زمینداروں' وکلاء اور حُکّام کا طبقہ اس بارے میں غافل ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہر طبقہ میں تبلیغ کرنی چاہیئے۔

دوم: ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو تبلیغ کی جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کرشن تھے، بابا نانکؒ کی اصل حقیقت ظاہر کرنے والے تھے مگر ہم ہندوؤں اور سکھوں میں تبلیغ نہیں کرتے۔ سال میں ایک دن تو غیر مسلموں میں تبلیغ کرنے کے لئے مقرر ہے مگر عام تبلیغ بھی ان لوگوں میں ہونی چاہیئے۔

سوم: صبر اور بُردباری سے کام لینا چاہیئے۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

کو ہر وقت مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی برکتیں صبر اور بُردباری سے حاصل ہوتی ہیں زور سے نہیں۔ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دوسرا شخص آیا اور اُس کی بدگوئی کرنے لگا وہ چُپ بیٹھا رہا اور بدگوئی کرنے والا بڑھتا گیا۔ آخر اُس نے کہا میں اب تک چُپ بیٹھا ہوں اور تو بڑھتا جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب تک تُو چُپ تھا فرشتے تیری طرف سے جواب دے رہے تھے اب کہ تُو بول پڑا فرشتے خاموش ہو گئے ہیں [۵]۔

پس صبر سے کام لینا چاہیئے اور اس حد تک کام لینا چاہیئے کہ لوگوں کی نگاہوں میں تم نئے انسان سمجھے جاؤ۔

چہارم: نیک نمونہ تبلیغ کے لئے نہایت ضروری ہے اس کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ مجھے یاد ہے اور اس سے مجھے ہمیشہ ہی لُطف آیا کرتا ہے۔ میر حامد شاہ صاحب بڑے مخلص تھے ان کے ایک لڑکے سے ایک آدمی مارا گیا۔ وہ لڑکا احمدی نہیں اس کی نیت قتل کرنے کی نہ تھی معمولی لڑائی جھگڑے میں ایسی چوٹ لگ گئی کہ چوٹ کھانے والا مر گیا۔ میر صاحب ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ تھے اُس نے اِن سے واقعہ پوچھا۔ انہوں نے اسے بھی کہہ دیا کہ میں نے سنا ہے میرے بیٹے سے قتل ہو گیا اور اپنے لڑکے کو بھی تاکید کی کہ جو سچ سچ بات ہے وہ کہہ دینا اور گھر کے بعض لوگ جنہوں نے اُنہیں اِس امر میں دخل نہ دینے کا مشورہ دیا، اُن سے سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ اگر صداقت کو چھوڑا گیا تو مَیں یہ گھر چھوڑ دوں گا۔ آخر مقدمہ چلا۔ جس مجسٹریٹ کے پاس وہ مقدمہ گیا وہ خود کھلاڑی تھا اور چونکہ میر صاحب کا یہ لڑکا کرکٹ کا اچھا کھلاڑی تھا وہ اس کا ذاتی واقف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل میں اِس کی ہمدردی پیدا کر دی اور بعض قانونی نقصوں کی بناء پر اُس نے اِس بچہ کو بالکل بری کر دیا۔ اِس طرح میر صاحب نے اپنی صداقت کا نمونہ بھی

پیش کر دیا اور ان کے بچہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ غرض یہ ایک نمونہ ہے کہ قتل جیسے سنگین مقدمہ میں صداقت کو ہاتھ سے نہ دیا گیا۔ احمدیوں کو ہر موقع پر ایسا ہی نمونہ دکھانا چاہیئے ۔ یہاں بعض اوقات جھگڑے ہو جاتے ہیں ۔ میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ انہیں کسی سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے لیکن اگر جھگڑا ہو جائے تو پھر جو سچ سچ بات ہو' اُس کا سامنے آ کر اعتراف کرنا چاہیئے ۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک تازہ واقعہ بیان کرتا ہوں ۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے ایک عزیز کے متعلق قتل کا کیس چلا تھا ۔ ولایت سے چودھری صاحب نے مجھے خط لکھا مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ میرے بھائی پر قتل کا مقدمہ بن گیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے آزمائش کا وقت ہے ۔ میں نے اپنے بھائی کو لکھ دیا ہے کہ وہ اپنی جان کی پرواہ نہ کرے اسے سچی سچی بات کہہ دینی چاہیئے ۔ یہ وہ روح ہے جو ساری جماعت میں ہونی چاہیئے تا کہ دشمن کو بھی اقرار کرنا پڑے کہ یہ جماعت صداقت کی ایسی پابند ہے کہ اس کے مقابلہ میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتی ۔

## مسلمانانِ کشمیر کیلئے چندہ

وقت چونکہ کم ہے اِس لئے میں تفصیل کے ساتھ تو نہیں بیان کر سکتا البتہ اختصار سے یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ کشمیر کے کام کے متعلق معلوم ہوتا ہے جماعت کو یہ غلطی لگی ہے کہ وہ ختم ہو گیا ہے حالانکہ وہ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری ہے ۔ مسلمانانِ کشمیر کے متعلق رفاہِ عام کے کام جاری ہیں' پھر کچھ تنظیم کا کام بھی ہم کرتے رہے ہیں' وہ بھی جاری ہے اور جاری رہنا چاہیئے کیونکہ اگر جاری نہ رہا تو اِس وقت تک ہم نے جو کام کیا ہے وہ ادھورا رہ جائے گا ۔ لیکن یہ بات مومن کی شان کے شایاں نہیں کہ جس کام کو وہ شروع کرے' اُسے ادھورا چھوڑ دے ۔ پس وہ لوگ غلطی میں مبتلا ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ کشمیر کے متعلق ہمارا کام ختم ہو گیا ہے ۔

کام اب بھی ہو رہا ہے ہاں اِس خیال سے کہ دوسری کمیٹی سے تصادم نہ ہو' کام آہستہ ہو رہا ہے ۔ پھر پچھلے قرضے بھی ہیں' اِن کا ادا کرنا بھی ضروری ہے ۔ پس کشمیر کے لئے چندہ جو نہایت قلیل ہے یعنی ایک پائی فی روپیہ وہ ضرور ادا کرنا چاہیئے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس میں شریک کرنا چاہیئے ۔ ان سے مسلمانانِ کشمیر کی امداد کے لئے چندہ وصول کرنا چاہیئے ۔

## ہندوستان میں سیاسی تغیرات اور جماعت احمدیہ

ایک اور اہم بات میں یہ کہنا

چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں کچھ سیاسی تغیرات ہونے والے ہیں اور ایک نئی سکیم جاری ہونے والی ہے۔ ہماری جماعت کو اس کے متعلق بھی کام کرنے کا موقع ملا ہے میں نے ایک کتاب لکھی تھی گو عام طور پر لوگ ہماری کتابوں کو اتنا نہیں پڑھتے مگر اس کتاب کو خاص طور پر پڑھا گیا ہے۔ ایک والیٔ ریاست کی لائبریری میں یہ کتاب دیکھی گئی جس پر اُس نے نوٹ لکھے ہوئے تھے۔ اور بھی کئی لیڈروں نے اُسے پڑھا اور اب لوگ سمٹ سمٹا کر انہی باتوں کی طرف آ رہے ہیں جو میں نے اس کتاب میں لکھی تھیں۔ ہمارے لنڈن مشن نے بھی نئی سکیم کے متعلق بہت کام کیا ہے اور سب سے زیادہ کام کرنے کا موقع چودھری ظفر اللہ خان صاحب کو ملا ہے جنہوں نے ایک لمبا عرصہ اس کام میں صرف کیا ہے۔ ہماری اس کام کی وجہ سے بھی مخالفت ہو رہی ہے مگر ہمیں مخالفت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ کام سوشل ریفارم کہلا سکتا ہے سیاسی کام نہیں ہے۔ آج کل کی سیاست یہ ہوتی ہے کہ حکومت کے مقابلہ میں نیا نظام قائم کرنا اور حکومت کو تنگ کرنا۔ ان معنوں میں آج کل سیاست کا لفظ استعمال ہوتا ہے' اس قسم کی سیاست میں ہم حصہ نہیں لیتے کیونکہ ہمارا مذہبی عقیدہ ہے کہ حکومت کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور اس سے حتّی الوسع تعاون کرنا چاہیئے۔ بہرحال ہماری مخالفت ہو رہی ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مخالفت سیاسی کاموں میں حصہ لینے کی وجہ سے ہے۔ بے شک ہماری مخالفت کی جا رہی ہے مگر مذکورہ بالا وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ سیاست میں دیانت دار لوگ کیوں حصہ لینے لگے ہیں۔ لوگوں نے اپنی اغراض کی خاطر اپنی اپنی پارٹیاں بنائی ہوئی تھیں اب جو دیانت دار لوگ ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے آدمی بھی ملکی معاملات میں شامل ہوں اِس پر خود غرض لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ عام لوگوں کے نزدیک سیاست کا مفہوم یہ ہے کہ دل میں کچھ ہو اور ظاہر کچھ کیا جائے' اپنے ذاتی اغراض کو مدنظر رکھ کر کہا کچھ جائے اور کیا کچھ جائے۔ اِس قسم کی سیاست میں حصہ لینے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روکا ہے اور ایسی سیاست ہمیشہ ناجائز ہے مگر ملک کی خدمت کرنا اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے اور یہ کام جاری رہے گا۔

چونکہ اب سورج کے ڈوبنے میں صرف چند منٹ باقی ہیں۔ اس لئے میں اور امور کو چھوڑ کر صرف ایک سوال لے لیتا ہوں جو تعلیم و تربیت کے متعلق ہے اور نہایت ضروری سوال ہے اور اس سے پہلے میں تعلیم کے سوال کو لیتا ہوں۔ میری ایک بیوی اِس سال فوت ہو گئی ہیں۔ اس موقع پر جماعت نے جس ہمدردانہ اور مخلصانہ موٗاسات کا اظہار کیا اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں مگر اس

کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے میری تحریروں سے یا اپنے طور پر بعض غلط اندازے لگائے ہیں میں ان کی اصلاح کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ کوئی وجود خواہ وہ کتنا ہی لائق ہو یا کتنا ہی لائق بننے کے قابل ہو دنیا کا انحصار اس پر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے انبیاء دنیا میں آتے ہیں اور پھر فوت ہو جاتے ہیں ان کے بعد بھی دنیا چلتی رہتی' بلکہ ترقی کرتی ہے۔ اسی طرح میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ خواہ کوئی چیز' کتنی پیاری اور کتنی محبوب ہو جب خدا تعالیٰ وہ لے لیتا ہے تو اِسی دنیا میں اُس سے بہتر دیتا ہے یا ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ پھر مل جائے گی' اِس دنیا میں نہیں تو اگلے جہان میں۔

پس میری بیوی کا فوت ہونا کوئی ایسا نقصان نہیں تھا کہ اسے نا قابلِ تلافی نقصان قرار دے دیا جاتا۔ خدا تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے حکمت کے ماتحت کرتا ہے اور

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیرِ آں گنجِ کرم بنہادہ است

بالکل درست ہے۔ اگر ہمیں یہ یقین حاصل نہ ہو کہ خدا تعالیٰ ہم پر جو مصیبت لاتا ہے' ہماری بہتری کے لئے ہی لاتا ہے تو ہم ایمان میں سچے نہیں ہو سکتے لیکن ان کی وفات کے بعد تعلیمِ نسواں کے متعلق میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہماری جماعت اس بارے میں وہی غلطی کر رہی ہے جو پہلوں سے ہوئی اور وہ یہ کہ وہ زنانہ تعلیم اُسی لائن پر چلا رہے ہیں جو یونیورسٹی نے بنائی ہے ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اُن کی اور ہماری حالت میں بہت بڑا فرق ہے۔ وہ لوگ یونیورسٹی سے باہر کی تعلیم کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ ولایت میں بڑے بڑے عالم یونیورسٹیوں سے باہر تعلیم پانے والے ہوتے ہیں مگر ہمارے ملک میں جو یونیورسٹی سے باہر کا تعلیم یافتہ ہو' اُس کی قابلیت کو کوئی وقعت ہی نہیں دی جاتی۔ اِس کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص حد درجہ کا جاہل اور کم عقل ہو' مگر یونیورسٹی کی کوئی ڈگری رکھتا ہو تو اُس کی قدر کی جاتی ہے حالانکہ میں نے یونیورسٹی کی بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والوں سے ایسی ایسی جہالت کی باتیں سنی ہیں کہ جو عام جاہل بھی کم ہی کرتے ہوں گے۔ دراصل علم یونیورسٹی کی ڈگریوں کا نام نہیں ہے اور ضروری نہیں کہ جو لوگ یونیورسٹی کی ڈگریوں کو علم سمجھتے اور ڈگریوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ہم اُن کے نقشِ قدم پر چلیں اور یہ سمجھیں کہ عورتوں کو یونیورسٹی کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ عورتوں کا ایک ضروری کام بچوں کی پرورش کرنا اور ان کی تربیت کرنا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کو ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ

بچوں کی عمدہ طور پر پرورش اور تربیت کر سکیں۔ انہیں تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا آتا ہو اور جن عورتوں کو انگریز عورتوں سے ملنا پڑتا ہو' انہیں انگریزی زبان آنی چاہیئے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ انٹرنس پاس کریں۔ یا ایف۔اے اور بی۔اے کی ڈگریاں حاصل کریں' سوائے ان کے جو تعلیم دینے والی ہوں۔ میں نے سارہ بیگم کو اِسی لئے اِس طرف لگایا تھا کہ بی۔اے بن جائیں تا ہمیں اپنے گرلز سکول کے لئے اُستانی مل جائے اور اپنی لڑکی کو ان کے ساتھ اس لئے لگا دیا تھا کہ اکیلے پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ عام طور پر لڑکیوں کی تعلیم زیادہ سے زیادہ مڈل تک ہونی چاہیئے اور اس میں بھی دینی تعلیم کا حصہ زیادہ ہو اگرچہ آج کل کی رَو کے ماتحت جماعت کا بڑا حصہ اس کے مخالف ہے مگر میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اِس کی اصلاح کروں۔ اب وقت نہیں ہے کہ میں اس اصلاح کی تفصیل بیان کر سکوں مگر میں جماعت کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ اس بارے میں میرا نقطہ نگاہ سمجھے اور موجودہ طریق تعلیم میں اصلاح کرے۔ ہم لڑکوں کو کالجوں میں بھیجنے کے لئے مجبور ہیں کہ وہ ڈگریاں حاصل کریں کیونکہ اس کے بغیر وہ سرکاری اداروں میں کام نہیں کر سکتے اور نوکری نہیں مل سکتی مگر یہ حقیقت ہے کہ لڑکے کالجوں میں جا کر خراب اثر کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اگر ان کی مائیں بھی ایسی ہوں گی جو ناول پڑھنے میں مصروف رہیں گی تو ہمارے بچوں کی اصلاح کس طرح ہو سکے گی۔ ہماری جماعت کے بچوں کی مائیں ایسی ہونی چاہئیں جو دین سے واقف ہوں اور علمِ دین جانتی ہوں تا کہ بچوں پر جو بُرے اثرات پڑیں اُنہیں دُور کر سکیں۔

## احمدیوں کی تربیت کے متعلق اعلان

دوسری چیز تربیت ہے۔ یہ تقریروں سے نہیں ہو سکتی۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کے بعد پہلا خطبہ بیان نہ کر سکے وہ کھڑے ہوئے مگر پھر خاموش ہو کر بیٹھ گئے تو اس کے متعلق اس صوفی نے کہا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا خطبہ یہی تھا۔ انہوں نے اس طرح بتایا کہ تقریروں سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ کام کرنے سے ہوتی ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ تقریر کرنے کے عادی نہ تھے جب وہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو گھبرا گئے۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ اصلاح اور تربیت تقریروں سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے عمل کی ضرورت ہے۔ تربیت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تربیت ابدال یا تبدیلی سے ہوتی ہے اور ایک تربیت سلوک سے ہوتی ہے۔ صوفیاء نے ان دونوں طریق کو تسلیم کیا ہے۔ تبدیلی یہ ہے کہ انسان

کے اندر کسی اہم حادثہ سے فوراً ایک تبدیلی پیدا ہو جائے اور سلوک یہ ہے کہ مجاہدہ اور بحث سے آہستہ آہستہ تبدیلی پیدا ہو۔ یورپ والے بھی ان کو تسلیم کرتے ہیں اور وہ فوری تبدیلی کو کنورشن (CONVERSION) کہتے ہیں۔ صوفیاء کنورشن کو ہی ابدال کہتے ہیں۔

ابدال کی مثال یہ ہے کہ لکھا ہے ایک شخص ہمیشہ بُرے کاموں میں مبتلا رہتا تھا۔ اُسے بہت سمجھایا گیا مگر اُس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک دفعہ کوئی شخص گلی میں گذرتا ہوا یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ [۶] کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مومنوں کے دل میں خشیت اللہ پیدا ہو۔ اُس وقت وہ شخص ناچ اور رنگ رلیوں میں مصروف تھا' آیت سُنتے ہی چیخیں مار کر رونے لگ گیا' سارا قرآن سن کر اُس پر اثر نہ ہوتا تھا لیکن یہ آیت سن کر اُس کی حالت بدل گئی۔ یہ اصلاح کنورشن کہلاتی ہے۔ ایک سلوک ہوتا ہے یعنی انسان اپنی اصلاح کی آہستہ آہستہ کوشش کرتا ہے' وہ ذکرِ الٰہی کرتا ہے مگر کبھی اُس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے' اِس پر وہ توبہ کرتا ہے' دعائیں کرتا ہے اور دوسروں سے دعائیں کراتا ہے اور اس طرح اپنی اصلاح میں لگا رہتا ہے لیکن کبھی یہ دونوں باتیں ایک ہی انسان میں پائی جاتی ہیں۔ جماعت احمدیہ میں جو شخص داخل ہوتا ہے اس پر یہ دونوں حالتیں آتی ہیں جب کوئی پہلے پہل داخل ہوتا ہے تو وہ ابدال میں شامل ہوتا ہے ایک عظیم الشان تغیر اُس پر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے۔ یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ [۷] شام کے ابدال تیرے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ گو اِس جگہ ابدالِ شام کا ذکر ہے لیکن ہم اِس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ احمدیت میں سچے دل سے داخل ہونے والے ابدال میں شامل ہوتے ہیں۔ یعنی شخصیت کو بدل دینے والی ایک فوری تبدیلی ان میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اس لفظ کے معنوں سے ثابت ہے۔ بدل عوض کو کہتے ہیں اور تغیر کو بھی۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ پہلے وجود کی جگہ ایک نیا وجود اس شخص کو ملتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض لوگ پورے ابدال بن جاتے ہیں اور بعض ناقص۔ یعنی کچھ حصہ ان کا سلوک کا محتاج رہ جاتا ہے اور ان لوگوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ مجاہدات سے اپنے بقیہ نقصوں کو دور کریں۔ اس قسم کے نقصوں کو دور کرنے کیلئے وعظ اور نصیحت کی جاتی ہے مگر خالی وعظ سے یہ کام نہیں ہوتا بلکہ ایک مستقل نگرانی کی حاجت باقی رہتی ہے اور اسی لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ چند دوستوں کو بطور والنٹیئر طلب کروں جو اِس بات کا اقرار کریں کہ وہ اپنی بھی اصلاح کریں گے اور جماعت کے دوسرے لوگوں کی بھی، اور ان کو بطور ستون مقرر کیا جائے۔

پس مَیں اعلان کرتا ہوں کہ اِس کام کے لئے ہماری جماعت کے دوست خواہ جوان ہوں خواہ بوڑھے اپنے آپ کو پیش کریں جو سلوک کی منزل طے کرنے کیلئے تیار ہوں، جو اپنی غلطی پر زجر برداشت کرنے کے لئے بھی تیار ہوں اور جب اُنہیں بتایا جائے کہ تم میں یہ عیب ہے اُسے دُور کرو تو وہ اِس کو تسلیم کرلیں اور اس کی اصلاح کرلیں نہ کہ اس بات پر اَڑ جائیں کہ ہم میں یہ عیب نہیں ہے۔ پس ایسے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں۔ اِس وقت نہیں بعد میں اپنے نام بھیج دیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اِس کے متعلق چند قوانین بنا کر اِس کام کو بغیر کسی لمبی تمہید کے شروع کر دیا جائے۔ پھر بعد میں مکمل تنظیم خود بخود ہوتی جائے گی اور اُس وقت اسے نظارت تعلیم و تربیت کے سپرد کر دیا جائے گا۔ سرِ دست میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ اِسے صرف تین سال کیلئے جاری کیا جائے تا کہ کوئی نئی بدعت اس سے نہ پیدا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میں نے وقت کے اندر تقریر ختم کرلی ہے۔ اب میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ میں نے کل بتایا تھا ہمارے سپرد بہت بڑا کام کیا گیا ہے مگر ہم میں سے بعض میں کمزوریاں ہیں ایسی کمزوریاں ہیں کہ آپس کے لڑائی جھگڑے کی وجہ سے خانۂ خدا میں آنا چھوڑ دیتے ہیں، دینی کاموں میں سُستی دکھاتے ہیں، دین کیلئے قربانی کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ سب احباب مل کر دعا کریں آپ میرے لئے دعا کریں میں آپ لوگوں کیلئے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا فضل ہمیں حاصل ہو جائے اور ہم دنیا میں ایسا نمونہ پیش کریں کہ دنیا پکار اُٹھے یہ ہیں ابدل۔ اب میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہوں۔

(الفضل ۲، ۴، ۷، ۹، ۱۱، ۱۴ جنوری ۱۹۳۴ء)

۱ تذکرہ صفحہ ۷۴۰۔ ایڈریشن چہارم
۲ تذکرہ صفحہ ۷۵۴۔ ایڈیشن چہارم
۳ الجامع الصغیر للسیوطی الجزء الثانی صفحہ ۴۷ مطبع الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ
۴ بخاری کتاب الرقاق باب القَصْدوَ الْمُدَاوَمَة عَلَى القتلِ
۵ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۳۶ دارالفکر بیروت
۶ الحدید: ۱۷
۷ تذکرہ صفحہ ۱۲۶۔ ایڈیشن چہارم